DATE LABEL

DATE LABEL

ترقیم

فی قصہ اصحٰب الکہف والرقیم

المؤلفہ

المفتقر الی اللہ الصمد سید احمد

حسب فرمائش

منشی فضل الدین تاجر کتب قومی مالک اخبار اشاعت بازار کشمیری لاہور

مطبوعہ مصطفائی پریس لاہور

... فی جلد پانچ آنے ۵

سرسید احمد خاں صاحب مرحوم مغفور کی بعض تصنیفات کی فہرست

مجموعہ لکچرز سرسید احمد خاں صاحب مرحوم مغفور

اس مجموعہ میں سرسید مرحوم و مغفور کے کل لکچرز اور اسپیچیں غدر کے زمانہ سے بعد سے لیکر آج تک یعنی سرسید کی رحلت تک جتنے ہیں سب جمع کئے گئے ہیں۔ اس مجموعہ کے شروع میں سرسید مرحوم کی وہ مقبول اور دل کو ہلا دینے والی دعائیں جو سید صاحب نے وقتاً فوقتاً خداوند تعالیٰ کی جناب میں مانگی ہیں اس مجموعہ کے شروع میں درج کر دی گئی ہیں۔ دعائیں بہت ہی پُراثر اور مقبول ہیں۔ ان دعاؤں کے پڑھنے سے طبیعت فوراً اپنے مالک حقیقی واحد مطلق کی طرف نہایت انکساری سے رجوع ہو جاتی ہے۔ قیمت ہے

مرحوم سرسید کے ہفت سالہ اخلاقی و تمدنی و مذہبی مضامین متعلقہ ”تہذیب الاخلاق“

سرسید مرحوم کے گذشتہ ہفت سالہ تہذیب الاخلاق کی مضامین جنکی قوم کو ازحد ضرورت تھی یعنی از ابتدائے ۱۲۸۷ھ ہجری لغایت ۱۲۹۳ھ ہجری چھپ کر تیار ہو گئے ہیں۔ اس میں سرسید کے وہ پرزور اور دلچسپ مضامین ہیں جن کے پڑھنے سے ایک قسم کی روشنی پیدا ہوتی ہے۔ تعداد میں یہ مضامین ایک کم سو ہیں۔ اخلاقی اور تمدنی مضامین کا مخزن ہیں۔ اسلامی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لئے ایک کورس۔ مضامین نگاری کیلئے اتالیق۔ اردو لٹریچر کی جان۔ یہ وہی مضامین ہیں جنہوں نے سرسید کا بول بالا کیا۔ مسلمانوں کو خواب غفلت سے جگایا۔ اسلام اور اسلامی ہمدردی کا سبق پڑھایا۔ ان مضامین کے مطالعہ سے آپ کو سرسید مرحوم کی محنت شاقہ کا نشان ملیگا کہ اس مرحوم نے قوم کی اصلاح کے لئے کیا کیا تکلیفیں گوارا کیں اور کس قدر مشکلات کا سامنا ہوا۔ یہ تو پڑھنے سے روشن ہو جائیگا کہ قوم کو اس کتاب کی کہاں تک ضرورت ہے ۶۳۲ صفحے قیمت ... ... ہے

تفسیر القرآن جلد اول

یعنی اردو تفسیر سورۃ الفاتحہ و سورۃ البقر مصنفہ سرسید مرحوم و مغفور۔ سرسید مرحوم تو ہم سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو گئے۔ لیکن یہ زندہ یادگار ہمیشہ کے لئے چھوڑ گئے جس سے قوم ہمیشہ مستفیض ہوتی رہیگی ہے

احکام طعام اہل کتاب

مسلمانوں کو یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا کھانے کیواسطے اسلام کے احکام۔ اس میں سرسید مرحوم نے نہایت معتبر حدیثیں اور قرآن کریم کی پاک آیتیں جمع کرکے اس پر بحث کی ہے اور نہایت خوبی سے اس بات کو ثابت کیا ہے کہ قرآن پاک اور نبی عرب صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کیا تعلیم دی ہے۔ قیمت ۶ر

الدعاء والاستجابۃ

اس رسالہ میں دعا اور اسکے مقبول ہونے کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور قرآن شریف سے تمام دعاؤں کو یکجا جمع کر دیا گیا ہے۔ اور نہایت مدلل بحث ہے۔ قیمت ۲ر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی وافق کلامہ بصنعہ۔ وطابق صنعہ بکلامہ فکلامہ مظہر لجلالہ وصنایعہ مثبتہ لکمالہ۔ لا تبدیل لکلمات اللہ کما لا تبدیل لصنایع اللہ۔ والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ محمد ن المصطفیٰ خاتم النبیین الذی قال کما یوحیٰ الیہ انا بشر مثلکم یوحیٰ الی انما الٰھکم الٰہ واحد وعلیٰ الہ الذین ہم ثقل من الثقلین کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ وعترتی وعلیٰ اصحابہ اجمعین ؛

منجملہ اُن قصّوں کے جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے ایک قصہ اصحاب الکہف والرقیم کا ہے یہ قصہ آنحضرت صلعم کی بعثت کے قبل ایشیا میں اور روم کے عیسائیوں میں اور عرب جاہلیت میں مشہور تھا اور جیسا کہ اس قسم کے قصّوں کا

دستور ہے بہت سی بے اصل اور عجیب وغریب باتیں اُس میں شامل ہو گئی تھیں خداوند تعالیٰ نے اُس قصہ کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا اور بتایا کہ اصلی وصحیح قصہ کیا ہے مگر مفسرین ومورخین نے بعوض اس کے کہ اُن بے اصل کہانیوں کو جو مشہور تھیں اُس قصہ سے علیحدہ کرتے قرآن مجید کی تفسیروں اور اُن تاریخوں میں جو زمانۂ اسلام میں لکھی گئیں اس طرح شامل کردیا کہ گویا وہ کہانیاں اسلام ہی کی ہیں حالانکہ اسلام اس قسم کی بیہودہ کہانیوں سے بری ہے ؛

اس امر پر خیال کر کے میں نے چاہا کہ قصۂ اصحاب الکہف والرقیم کو صاف طور پر جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے بیان کروں اور بے اصل کہانیاں جو اُس میں شامل ہو گئی ہیں اُن کو اصل قصہ سے علیحدہ کردوں۔ للہ الحمد کہ یہ کام پورا ہوا اور اس رسالہ کا نام **ترقیم فی قصۃ اصحاب الکہف والرقیم** رکھا ؛

میں نے اس قصہ کو اول صاف اور سیدھے طور پر بغیر تعرض آیات قرآن مجید کے بیان کیا ہے اور جن کتابوں سے اُس کو اخذ کیا ہے بعینہ اُن کی اصلی عبارت حاشیہ پر لکھدی ہے اُس کے بعد قرآن مجید کی اُن آیات کی تفسیر بیان کی ہے جو قصۂ اصحاب کہف سے متعلق ہیں اور دکھایا ہے کہ بے اصل کہانیاں جو مشہور ہیں اُنھیں کی تردید قرآن مجید سے ہوتی ہے چونکہ مسلمانوں کو بہت کم معلوم ہے کہ عیسائی مورخ اس قصہ کی نسبت کیا خیال کرتے ہیں اور کیا رائے رکھتے ہیں اس لیئے اس کے آخر میں ایک انگریزی کتاب سے اس قصہ کا ترجمہ اُس کے مضامین سے بلاکسی قسم کی تعرض کے شامل کردیا ہے اُس کے شامل کرنے سے صرف مقصد یہ ہے کہ عیسائی مورخوں کے خیالات جو اس قصہ کی نسبت ہیں معلوم

ہوجاویں اور کُھل جاوے کہ جو روایتیں ہمارے علمار نے اپنی کتابوں اور تفسیروں میں لکھی ہیں وہ سب عیسائیوں کی روایتیں ہیں اسلام کی ؛

اس رسالہ کے لکھنے کے وقت مندرجۂ ذیل کتابیں میرے مطالعہ میں تھیں جن سے اس قصہ کو اخذ کیا ہے اور صحیح روایتوں کو غلط روایتو سے تمیز کیا ہے ؛

تفصیل کتب مذکورہ یہ ہے :-

(۱) تفسیر مدارک (۲) تفسیر معالم التنزیل (۳) تفسیر کبیر (۴) تفسیر بیضاوی (۵) تفسیر کشاف (۶) صحیح بخاری (۷) تاریخ طبری کبیر (۸) مختصر الدول ابوالفرج مالطیہای (۹) آثار الباقیہ عن قرون الخالیہ لابی ریحان بیرونی (۱۰) ترجمہ فارسی سیرت محمد بن اسحٰق (۱۱) آثار البلاد و اخبار العباد لامام زکریا قزوینی (۱۲) تاریخ کامل لابن اثیر (۱۳) معجم البلدان یاقوت حموی (۱۴) تاریخ اسمٰعیل ابوالفدا (۱۵) مروج الذہب مسعودی (۱۶) عجائب المخلوقات عربی (۱۷) کیورئس متھس آف دی میڈل ایجز مؤلفہ ایس بازنگ گولڈ بزبان انگریزی ؛

اصحاب الکہف و الرقیم

اصحاب کہف اور اصحاب رقیم ایک ہی گروہ کا لقب ہے۔ اصحاب کہف تو اُن کو اس لیئے کہتے ہیں کہ وہ ایک ظالم بُت پرست بادشاہ کے ظلم سے ایک پہاڑ کی کھوہ میں جا چھپے تھے عربی زبان میں پہاڑ کی کھوہ کو کہف کہتے ہیں اس لیئے اُن کا لقب اصحاب کہف ہو گیا ہے ؛

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ رقیم اُس شہر کا نام ہے جس میں اصحاب کہف رہتے تھے بعضوں کا قول ہے کہ پہاڑ کی کھوہ کا نام ہے جس میں اصحاب کہف چھپے تھے بعضے کہتے ہیں کہ اُنکے کُتے کا نام ہے جو اُن کے ساتھ تھا اس لیئے اُن کو اصحاب الرقیم کہنے لگے مگر ان میں سے کوئی بات اعتبار کے قابل نہیں ہے۔ عربی کتابوں میں اُن کے کُتّے کا نام قطمیر لکھا ہے اور انگریزی کتابوں میں کراٹیم یا کراٹیمر اور یہ نام ملتے جلتے ہیں صرف ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہونے میں جو فرق لہجہ اور تلفظ میں ہو جاتا ہے وہی کراٹیمر اور قطمیر میں ہو گیا ہے ؛

صحیح بات جیسے کہ محمد اسمٰعیل بخاری نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ابن عباس کی روایت سے لکھی ہے یہ معلوم ہوتی ہے کہ اُن کا حال اور نام ایک زمانہ میں جست کے پتر سے پر کندہ کر کرا اور بعض روایتوں کے مطابق پتھر پر کھود کر رکھا گیا تھا۔ رقیم کے معنی عربی زبان میں لکھے ہوئے کے ہیں اور اس سبب سے اُنھیں لوگوں کا لقب اصحاب الرقیم بھی ہو گیا ہے ؛

اس بات میں نہایت اختلاف ہے اور آج تک تحقیق نہیں ہوا کہ یہ لوگ تعداد میں کے تھے غالب رائے یہ ہے کہ وہ سات تھے اور آٹھواں اُن کا کُتّا تھا جو اُنکے ساتھ تھا اُن کے ناموں میں بھی بہت اختلاف ہے مگر وہ اختلاف زیادہ تر ایک زبان سے دوسری زبان میں منتقل ہونے اور الفاظ کے تلفظ کے اختلاف سے علاقہ رکھتا ہے اور کاتبوں نے زیادہ تر تحریف کر دیا ہے بہر حال ہم اس مقام پر اُن کے ناموں کو جس طرح کہ مختلف کتابوں میں لکھے ہیں لکھتے ہیں ؎

تفسیر معالم التنزیل اور اُس میں اُن کی تعداد ۹ لکھی ہے

مکسلمینا تخشلمینا یملیخا مرطونس کشطونس دبرونس
بطیونس دیموس تالوس کلبھم قطمیر ؎

تفسیر بیضاوی وکشاف وتفسیر کبیر وتفسیر مدارک

یملیخا مکشلینیا مشلینیا مرنوش دبرنوش شاذنوش
والراعی کلبھم قطمیر

تاریخ کامل لابن اثیر

مکسلمینا تملیخا مرطوس نیرونس کسطومس دینموس
ریطونس فالوس تحسلمینا کلبھم قطمیر

معجم البلدان یاقوت حموی

یملیخا مکسلمینا مشلینیا مرطونس دبریوس

وعن علی رضی الله عنه هم سبعة وثامنهم كلبهم (بیضاوی)
وكان عدد الفتية فيما ذكر عن ابن عباس سبعة وثامنهم كلبهم (تاريخ طبري)

سَرَاپِیُونْ اِفْسَتِیطِیُوسْ کَلْبُھُمْ قِطْمِیرْ ؎

تاریخ طبری

مَکْسَمْلِیْنَا مَخْسَمْلِیْنَا یَمْنِیْخْ یَا یَمْلِیْخَا مَرْطُوسْ کَسُوطُونُسْ بَیْرُونُسْ وَسْمُونُسْ بَطُونُسْ قَالُوسْ ؎

تاریخ احمد بن ابی یعقوب المعروف بالیعقوبی

مَکْسَمِیْنَا مَرَاطُوسْ شَاذُنُیُوشْ بَطَرْنُوشْ ذُوْلَسْ یُوَانِسْ کَیَنْفَرْطُوْ نِیُوطُوْ مِلِیْخَا الراعی کَلْبُھُمْ قِطْمِیرْ

کیورس منتھس مؤلفۂ بارنگ گولڈ

مَیکْنِی مَیِنْ مَالْکَسْ مَارْشِیَنْ ڈَائِیُونِی سَسْ جَانْ سِیْرَاپِیَنْ کَانِسْٹِیْنْ ٹَاِیَنْ کَلْبُھُمْ کراٹیم یا کراٹیم ؎

شہر جس میں اصحاب کہف رہتے تھے

اکثر مورخین و مفسرین کا قول ہے جو ہر طرح پر صحیح معلوم ہوتا ہے کہ جس شہر میں اصحاب کہف رہتے تھے اُس کا نام اُفسُوس تھا یاقوت حموی نے اپنی کتاب معجم البلدان میں اُس کے اعراب کو بھی ضبط کیا ہے ؎

مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس منتھس میں اُس شہر کا نام ایفی سس لکھا ہے اور یقین ہوتا ہے کہ عربی تاریخوں میں یہی نام متغیر ہو کر اُفسُوس ہو گیا ہے

لانگ مین گرین کمپنی نے ۱۸۷۸ء میں بمقام لندن قدیم رومیوں کے زمانہ کا نقشہ جغرافیہ چھاپا ہے جس میں شہروں کے وہی قدیم نام ہیں جو اُس زمانہ میں تھے اُس میں جو نقشہ ایشیا مینیر کا ہے اُس میں ایفی سِس شہر کا نام ۳۷ درجہ ۵۷ دقیقہ عرض شمالی اور ۲۷ درجہ ۲۱ دقیقہ طول شرقی پر عین دریائے **ایجین** کے کنارہ پر ثبت ہے اُس کے قریب پہاڑ بھی واقع ہیں اور کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اُسی جگہ **ایفی سِس** شہر تھا جس میں اصحاب کہف رہتے تھے ۔

بعضوں[۴] نے کہا ہے کہ اصحاب کہف کے شہر کا نام رقیم تھا اور بعضوں نے کہا کہ اُس پہاڑ کی کھوہ کا نام[۵] تھا جس میں اصحاب کہف جا کر رہے تھے مگر یہ صحیح نہیں یاقوت حموی نے بھی لکھا ہے کہ صحیح یہی ہے کہ اہل روم کی سلطنت میں جو شہر اُفسوس تھا وُہی شہر اصحاب کہف کا تھا محمد بن محمود القزوینی نے اپنی کتاب آثار البلاد و اخبار العباد میں اُفسوس ہی کو اصحاب کہف کا شہر قرار دیا ہے ۔ شاید لوگوں نے اِس خیال سے کہ اصحاب کہف کے نام جست کی تختی پر کھود کر شہر میں رکھے گئے تھے اُس شہر کو اور بعضوں نے اس خیال سے کہ اُس پہاڑ پر جس میں وہ کھوہ تھی اُن کے نام کندہ ہوئے تھے اُس پہاڑ کو یا اُس کھوہ کو رقیم کے نام سے موسوم کر دیا ہو ۔

اصحاب کہف کس زمانہ اور کس بادشاہ کے عہد میں تھے

ابو الفرج مالطیائی[۸] عیسائی مؤرخ نے جسکی نسبت کہا جاتا ہے کہ آخر کو مسلمان ہو گیا تھا اپنی کتاب مختصر الدول میں لکھا ہے کہ اصحاب کہف ذوقیوس قیصر کی عہد میں تھے

۴ قیل الرقیم اسم القریۃ التی کانوا فیھا و قیل انہ اسم الجبل الذی فیہ الکہف (معجم البلدان یاقوت حموی)

۵ وبقرب البلقاء من اطراف الشام موضع یقال لہ الرقیم یزعم بعضھم ان بہ اھل الکہف والصحیح انھم ببلاد الروم (معجم البلدان یاقوت حموی)

۶ افسوس مدینۃ مشہورۃ بارض الروم وھی مدینۃ دقیانوس الجبار الذی ھرب منہ اصحاب الکہف وبین الکہف والمدینۃ مقدار فرسخین والکہف مستقبل بنات النعش لا تدخلہ الشمس (آثار البلاد قزوینی)

۷ وفی زمان ذوقیوس کانت الفتنۃ ... السبعۃ اصحب الکہف الذین ھربوا منہ واختفوا فی مغارۃ فیہ الکہف ... الیہ فامر ان یسد باب المغارۃ علیھم فالقی اللہ علیھم سباتا الی الیوم ... انتباھھم من رقادھم (مختصر الدول ابو الفرج)

جو عیسائیوں کا نہایت دشمن تھا اور اُن کو قتل کرتا تھا۔ تاریخ طبری[1] میں اُس بادشاہ کا نام دقینوس لکھا ہے ۔

تاریخ کامل ابن اثیر[2] میں اُس کا نام دقیوس لکھا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ بعض آدمی اُس کا نام دقیانوس کہتے ہیں ۔

ابو الفدا اسمٰعیل[3] نے اپنی تاریخ میں بھی یہی نام بیان کیئے ہیں اور لکھا ہے کہ وہ سنہ ۵۳۹ اسکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور سنہ ۵۴۰ میں مر گیا ابو ریحان[4] بیرونی نے اپنی کتاب آثار الباقیہ عن قرون الخالیہ میں اُس بادشاہ کا نام داقیاوس لکھا ہے اور مسٹر بارنگ گولڈ نے اپنی کتاب کیورس متھس میں اُس بادشاہ کا نام دِی سس لکھا ہے ۔

اِسی مصنف نے لکھا ہے کہ روم میں ویکٹورم کے عجائب خانہ میں گچ سے اصحاب کہف کی تصویریں بنی ہوئی ہیں۔ اُن تصویروں سے بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ سنہ ۲۵۰ء میں دِی سس بادشاہ کے عہد میں مارے گئے تھے ۔

عموماً مسلمان مورخ اور مفسرین اُس بادشاہ کا نام جس کے عہد میں اصحاب کہف تھے دقیانوس لکھتے ہیں اور ظاہراً معلوم ہوتا ہے کہ تمام اختلافات ایک زبان کے ناموں کو دوسری زبان میں تلفظ کرنے سے پیدا ہوئے ہیں اور سب کے ملانے سے یقین ہوتا ہے کہ وہ رومی بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ تھا ۔

جو زمانہ کہ اصحاب کہف کا ابو الفدا نے بیان کیا ہے وہ قریباً صحیح و درست معلوم ہوتا ہے۔ اسکندر تین سو چھتیس برس قبل حضرت مسیح علیہ السلام کے تخت پر بیٹھا تھا اور اصحاب کہف

پانسو چالیس سنہ سکندری میں تھے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ ۲۵۰ء میں تھے۔ مسٹر بارنگ گولڈ نے اُن کا تخمینا انداز سے ۲۵۰ء قرار دیا ہے معہذا جو بادشاہ کہ زمانہ سکندر سے دقیوس تک گذرے اُنکے زمانہ سلطنت میں بھی کسی قدر اختلاف ہے اور یہ بھی ایک سبب ہے کہ اصحاب کہف کے زمانہ میں کبھی قدر اختلاف پیدا ہوتا ہے مگر عام طور پر خیال کرنے سے جو زمانہ قرار دیا گیا ہے قریباً صحیح معلوم ہوتا ہے۔

بعض روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ اصحاب کہف حضرت عیسیٰ کے زمانہ سے بہت پیشتر تھے اور حضرت عیسیٰ نے اُن کی خبر دی تھی اور بعد حضرت عیسیٰ کے زمانہ فترت میں یعنی جبکہ کوئی پیغمبر نہ تھا وہ زندہ ہوئے تھے یا اپنی نیند سے جو اخ المدت تھی اُٹھے تھے مگر اُس کی صحت کا انجیلوں یا حواریوں کے ناموں یا کسی معتبر یا مظنون طریقہ سے کوئی ثبوت نہیں پایا جاتا۔

اصحاب کہف کا مذہب

کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اصحاب کہف عیسائی اور حضرت عیسیٰ کی اُمّت میں تھے تمام کتابوں اور مختلف روایتوں سے یہی امر ثابت ہوتا ہے اور خود اُن کا واقعہ کہ ایک ظالم اور بُت پرست بادشاہ کے خوف سے جو عیسائیوں کو قتل کرتا تھا جان اور ایمان بچا کر بھاگے تھے اُن کے عیسائی ہونے کا کافی ثبوت ہے۔

البتہ جیسا اُن کا تقدس اور خدا پرستی تاریخوں اور تفسیروں میں لکھی ہے اور جس کی نسبت قرآن مجید سے بھی اشارہ پایا جاتا ہے اُسکی نسبت شبہ

ہو سکتا ہے کہ اگر وہ صلیب کو اور حضرت عیسیٰ کی تصویر کو پوجتے تھے اور کم سے کم یہ کہ تثلیث کے قایل تھے تو کیونکر اُن کو خدا پرست اور موحد مسلمان یا مومن خیال کیا جا سکتا ہے مگر ان میں سے کسی بات کا ثبوت نہیں ہے۔ اُس زمانہ کے عیسائیوں میں عقاید مذہبی بہت کم قرار پائے تھے اور مجھ کو عیسائی مذہب کی اکلزیاسٹیکل ہسٹری پر غور کرنے سے نہایت شبہ ہے کہ جو عقاید بعد عیسائی ہو جانے قسطنطین کے رومی اور یونانی چرچ میں قایم ہو گئے وہی عقاید عام طور پر اُس زمانہ کے تمام عیسائیوں کے تھے ؛

دقیوس ہی کے زمانہ کے قریب جس زمانہ میں اصحاب کہف کا ہونا تسلیم کیا گیا ہے ایک فرقہ تھا جس کا ابو الفرج عیسائی مالطیہا نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ وہ اقانیم ثلاثہ باپ اور بیٹے اور روح قدس کو نہیں تسلیم کرتا تھا بلکہ وجود اور کلمہ اور حیات کو اقانیم ثلاثہ جانتا تھا اور کہتا تھا کہ ان اقانیم سے کوئی زیادتی ذات باری پر نہیں ہوتی بلکہ یہ صفات اعتباری ہیں کوئی شئے اُن کا مسمی موجود فی الخارج نہیں ہے اور کہتا تھا کہ ذات باری موجود ہے لا بوجود اور حکیم ہے لا بحکمۃ اور حیّ ہی لا بحیوٰۃ انبیذ وقلیس کا بھی یہی مذہب تھا اس کے بعد مصنف مذکور لکھتا ہے کہ اسی مذہب کو ایک گروہ مسلمانوں نے جو صفات کے نفی کرنے والے ہیں (یعنی صفات باری سے کچھ زیادتی ذات باری پر نہیں سمجھتے) اختیار کیا ہے ؛

اسی کے زمانہ کے قریب ایک فرقہ قولی الشمیساطی کا پیرو تھا جو کہتا تھا کہ تمام معلولات باری تعالیٰ کے ارادے ہیں اور اس کا کوئی معلول ذاتی نہیں ہے اور اسی لیے

وہ لم یلد ولم یولد ہے اور اِس لیئے مسیح نہ کلمۃ اللہ ہے اور نہ جس طرح کہ ظاہر مذہب عیسائی میں ہے وہ کنواری سے پیدا ہوا ہے ؀

پس جبکہ اُس زمانہ کے عقائد و مذہب کا یہ حال تھا تو ہرگز نہیں کہا جاسکتا کہ اصحاب کہف تثلیث کے قائل تھے بلکہ مسلمانوں کو جو قرآن مجید کو برحق سمجھتے ہیں اس بات کے یقین کرنے کے لیئے کہ اصحاب کہف عیسائی اور موحد خدا کو واحد اور حضرت عیسیٰؑ کو پیغمبر برحق مانتے تھے ثبوت کافی ہے۔ فھم کانوا مومنین مسلمین موحدین قائلین بان لا الٰہ الا اللہ عیسیٰ رسول اللہ ؀

اصحاب کہف کا قصہ یعنی وہ واقعات جو اُن پر گذرے

مذکورہ بالا حالات سے ظاہر ہے کہ اصحاب کہف تاریخی اشخاص ہیں فرضی قرار دیئے ہوئے نہیں ہیں۔ اِس میں کچھ شک نہیں کہ جو سیدھے سادے واقعی حالات اُن پر گذرے تھے اُن میں بہت لغو اور بیہودہ اور خلاف قیاس باتیں اور عجائبات شامل کر دیئے گئے ہیں اور یہ ایک معمولی بات ہے کہ نیک اور بزرگ لوگوں پر جو ظلم اور سختی ظالموں کے ہاتھ سے گزر جاتی ہے بعد کو اُن کی نسبت بہت سی زاید اور عجیب باتیں بڑھادی جاتی ہیں اسی طرح اصحاب کہف پر جو حالات اور واقعات گذرے اُن کو بطور تعجب انگیز کہانی کے بنالیا ہے اور بے سروپا اور محض بیہودہ روایتیں مشہور ہوگئی ہیں ہمارا کام یہ ہے کہ اُن روایتوں میں سے جو قابل طمانیت ہیں اُن پر لحاظ کرکے صحیح قصہ اصحاب کہف کا اول بیان کریں اور پھر قرآن مجید کی آیتوں سے تطبیق دیکر دکھلادیں

کہ کس قدر قصہ اُس ہی کا قرآن مجید میں بیان ہوا ہے اور مفسرین کو جو اُس قصہ کے بیان میں اور آیتوں کی تفسیر میں دھوکا ہوا ہے حتی المقدور اُسکو ظاہر کریں ؛

ابوالفرج مسیحی نے اپنی تاریخ مختصر دول میں اور اسمٰعیل ابوالفدا نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ غور ذیانوس رومی قیصر عیسائی ہو گیا تھا اور عیسائیوں پر مہربانی کرتا تھا اُسپر دقیوس نے جس کو دقیانوس بھی کہتے ہیں اور جو بت پرست اور عیسائیوں کا دشمن تھا چڑھائی کی اور سنہ ۵۳۹ سکندری میں اُس کو مار ڈالا اور خود بادشاہ ہوا اور عیسائیوں کو قتل کرنا یا بُت پرستی پر مجبور کرنا شروع کیا ؛

اُسی کے عہد میں اصحاب کہف عیسوی مذہب پر تھے اُنکے عیسائی ہو جانیکی مختلف کہانیاں مشہور ہیں جنکی نسبت ہمکو بحث کرنا محض فضول معلوم ہوتا ہے ۔ وہ کسی طرح عیسائی ہوئے ہوں اس امر کا مسلم ہونا کہ وہ عیسائی تھے اِن کے اصلی واقعات کے بتانے کو کافی ہے ؛

تمام روایتیں اور تاریخیں اس بات پر متفق ہیں کہ اُس ظالم بادشاہ نے اُن لوگوں کو جو تعداد میں اُسوقت چھ تھے بُلایا اور مذہب عیسوی چھوڑنے اور بُت پرستی کرنے کو کہا مگر اُن سبنے انکار کیا اُسپر بادشاہ نے اُنکو مہلت دی اور اُس مہلت میں وہ شہر سے بھاگ گئے اور ایک چرواہا مع کُتّے کے اُنکے

ساتھ ہولیا اور وہ سب ایک پہاڑ کی کھوہ میں جو شہر افسوس سے کچھ فاصلہ پر تھے جاکر چھپ رہے ؀

یہاں تک روایتوں میں چنداں اختلاف نہیں ہے لیکن اس کے بعد کے واقعات میں اختلاف شروع ہوتا ہے یعنی پہاڑ کی کھوہ میں چھپنے کے بعد انھوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو شہر بھیجا کہ چپکے سے کھانا خرید لاوے اکثر مورخین اور اہل تفاسیر نے لکھا ہے کہ وہ لوگ پہاڑ کی کھوہ میں جاکر سو رہے اور زمانہ دراز تین سو یا تین سو نو برس سونے کے بعد جب اٹھے تو انھوں نے ایک شخص کو کھانا خریدنے کو شہر میں بھیجا۔ بعض مورخین نے پہلی دفعہ اسی دن جب وہ کھوہ میں گئے ایک شخص کو کھانا خریدنے کو بھیجنا اور پھر دوسری دفعہ کئی سو برس سو کر اٹھنے کے بعد ایک شخص کا بھیجنا لکھا ہے جو محض غلط ہے اور صرف بنایا ہوا قصہ ہے ان پر پہاڑ کی کھوہ میں سوتے رہنے کے خیال سے یہ قصہ گڑھ لیا گیا ہے مگر اصلیت اس کی جیسے کہ محققانہ نظر سے پائی جاتی ہے صرف اس قدر ہے :-

کہ وہ لوگ رات کے وقت شہر سے بھاگے تھے جیسے کہ قزوینی نے لکھا ہے کہ " انھوں نے رات کو بھاگنے کا قصد کیا جب رات کا اندھیرا ہو گیا تو ہر ایک شخص اپنے گھر سے کچھ مال لیکر چل کھڑا ہوا ؀"

صبح ہوتے وقت وہ لوگ پہاڑ کی کھوہ پر پہنچے جیسا کہ قزوینی نے بھی لکھا ہے پس وہ کھوہ میں گئے رات کے جاگے رستہ چلنے تھکے ہوئے تھے کھوہ میں جہاں

بالکل اندھیرا تھا سو رہے۔ کچھ شبہ نہیں ہو سکتا کہ دو تین پہر سونے کے بعد وہ اُٹھے اور آپس میں پوچھنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے کسی نے کہا دن بھر کسی نے کہا کچھ کم کیونکہ کھوہ کے اندھیرے میں وہ دن کا اندازہ ٹھیک ٹھیک نہیں کر سکتے تھے ٭

جب وہ اُٹھے تو اُنھوں نے اپنے ساتھیوں میں سے ایک شخص کو کھانا لانے کو بھیجا۔ قزوینی[1] نے صاف لکھا ہے کہ جس دن وہ کھوہ میں گئے اُسی دن اُنھوں نے کھانا لینے کو بھیجا تھا تفسیر معالم التنزیل[2] میں بھی محمد بن اسحاق کی روایت سے لکھا ہے کہ جب وہ کھوہ میں گئے تو تملیخا اُن کے لئے شہر سے کھانا خرید لایا کرتا تھا اور چند روز تک جس کی تعداد نہیں بیان کی مگر معلوم ہوتا ہے کہ دو تین روز تک یعنی دقیانوس کے دوبارہ شہر میں آنے تک اسی طرح خرید کر لاتا رہا ٭

جب وہ بادشاہ جو اُن کو مہلت دیکر شہر سے باہر چلا گیا تھا پھر شہر میں آیا جیسا کہ قزوینی[3] نے بالتصریح بیان کیا ہے تو اُس کو معلوم ہوا کہ وہ لوگ شہر سے بھاگ گئے ہیں اُس نے اُن کی تلاش شروع کی اور پہاڑ کی کھوہ میں اُن کا پتہ لگا اور اُس نے پہاڑ کی کھوہ کا مونھ بند کروا دیا تاکہ اُسی میں بھوک پیاس سے مر رہیں ٭

تفسیر معالم[4] التنزیل میں محمد بن اسحاق کی روایت میں بھی بالتصریح یہ امر مذکور ہے ٭

اس میں کچھ شک نہیں ہے کہ پہاڑ کی کھوہ کا مونھ بند ہونے کے بعد وہ وہیں بند ہو گئے اور وہیں مر کر رہ گئے اگرچہ بعض مورخوں اور مفسروں نے لکھا ہے کہ کھوہ میں پڑے سوتے ہیں یعنی مرے نہیں ہیں اور معالم التنزیل[5] میں

لکھا ہے کہ خدا نے اُن کی روحوں کو وفات دی جس طرح سونے میں روحوں کو وفات دیتا ہے۔ مگر اگلے بیان سے اور اُن روایتوں سے جو بیان ہوں گی صاف ثابت ہوگا کہ درحقیقت وہ مر گئے تھے ÷

اکثر مورخین اور مفسرین اس بات پر متفق ہیں کہ اس واقعہ کے ایک زمانہ گزرنے کے بعد اُس کھوہ کا مونھ کھولا گیا اور اصحاب کہف کا اُس کھوہ میں ہونا معلوم ہوا اور شہر میں اُس کا چرچا ہوگیا اور بادشاہ اور شہر کے تمام لوگ اُس کھوہ میں اُن کے دیکھنے کو گئے ÷

ابوالفرج[14] مسیحی کی تاریخ کے بموجب یہ زمانہ ساوذوسیوس قیصر الصغیر کی سلطنت کا تھا اور اصحاب کہف کے کھوہ میں جا چھپنے کے دو سو چالیس برس بعد وہ ظاہر ہوئے تھے ÷

ابوالفدا[15] اسمعیل بھی اسی بادشاہ کے زمانہ میں اصحاب کہف کا متنبہ ہونا لکھتا ہے۔ یہ بادشاہ ۷۳۵ھ سکندری میں بادشاہ ہوا تھا اور ۷۵۵ھ سکندری میں فوت ہوا۔ اس سبب سے کہ بموجب ابوالفدا کے دقیوس جس کے زمانہ میں اصحاب کہف تھے ۵۴۰ھ سکندری میں تھے زمانہ ظاہر ہونے اصحاب کہف کا دو سو برس کے قریب ہوتا ہے نہ دو سو پچاس برس جیسا کہ ابوالفرج نے بیان کیا ہے ÷

تاریخ[16] یعقوبی میں اُس بادشاہ کا نام دسیوس لکھا ہے اور صاف لکھا ہے کہ اُس کے زمانہ میں اصحاب کہف جو مر گئے تھے زمانہ طویل کے بعد ظاہر ہوئے۔ اُس میں مطلق اس بات کا اشارہ نہیں ہے کہ وہ سوتے تھے اور اُس کے زمانہ میں جاگے

یا مرے ہوئے تھے اور زندہ ہوئے بلکہ صاف لکھا ہے کہ ظاہر ہوئے یعنی اُس کھوہ میں اُن کا ہونا معلوم ہوا ؛

علاوہ اِس کے جتنی روایتیں ہیں سب سے یہی امر ماخوذ ہوتا ہے کہ درحقیقت اصحاب کہف جب معلوم ہوئے تو وہ مرے ہوئے تھے اور مرے ہوئے رہے ؛

بعض[1] تفسیر کی کتابوں میں جیسے تفسیر کبیر و مدارک و بیضاوی ہیں یہ تو لکھا ہے کہ جب بادشاہ اور لوگ اُن کو دیکھنے اور اُن سے ملنے کو گئے تو وہ زندہ ملے بادشاہ کو دعا بھی دی پھر فی الفور مر گئے ؛

اِس بیان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اُن کا زندہ ملنا اور بادشاہ کو دعا دینا سب ایک کہانی ہے ورنہ درحقیقت وہ مرے ہوئے تھے اور طبری اور کامل ابن اثیر اگرچہ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ زندہ ہوئے مگر جو روایتیں بیان کی ہیں اُن سے صاف پایا جاتا ہے کہ کسی شخص نے جو اُن کے دیکھنے کو گئے تھے اُن کو زندہ نہیں دیکھا ؛

طبری[2] کی ایک روایت میں ہے کہ وہ زندہ ہو گئے تھے مگر جب لوگ اُن کے دیکھنے کو کہف کے قریب پہنچے تو خدا نے اُن کو پھر مُردہ کر دیا یا پھر سُلا دیا اور لوگ اندر جانے سے ڈر گئے اور اندر نہ جا سکے ؛

دوسری[3] روایت میں طبری نے لکھا ہے کہ بادشاہ اور لوگ کھوہ میں گئے تو دیکھا کہ صرف اُن کے جسم ہیں جو کسی طرح بگڑے نہ تھے مگر اُن میں ارواح نہ تھی ؛

کامل[4] ابن اثیر میں ایک اور بات زیادہ لکھی ہے کہ وہ زندہ تو ہو گئے تھے مگر اُنھوں نے

فوقفوا على احوالهم عاد القوم الى كهفهم فاماتهم الله (تفسير كبير)

[2] قال واين اصحابك قال فانطلقوا معه حتى اتوا باب الكهف فقال دعوني ادخل على اصحابي قبلكم فلما ... دنا منهم ضرب الله على اذنه وعلى اذانهم فجعلوا كلما

16

دخل رجل ارعب فلم يقدروا ان يدخلوا اليهم (طبري) وهكذا في الكامل

[3] فقال الفتى دعوني ادخل الى اصحابي فلما ابصرهم ضرب الله على اذنه وعلى اذانهم فلما استبطؤه دخل الملك ودخل الناس معه فاذا اجساد لا ينكرون منها شيئا غير انها لا ارواح فيها (طبري)

دعا مانگی کہ خدا اُن کو مار ڈالے اور جو لوگ اُن کو دیکھنے آتے ہیں اُن میں سے کوئی اُن کو نہ دیکھے پس وہ فی الفور مر گئے ٭

اور یہ تمام روایتیں اس بات کی مثبت ہیں کہ وہ زندہ نہ تھے اور نہ کسی نے اُن کو زندہ دیکھا اصل یہ ہے کہ جب لاشیں ایسے مقام پر ہوتی ہیں جہاں ہوا کا صدمہ نہیں پہونچتا اور لاشیں اُسی طرح رکھے رکھے راکھ ہو جاتی ہیں تو وہ سوراخ میں سے ایسی ہی معلوم ہوتی ہیں کہ گویا پورے مجسم اجسام بلا کسی نقص کے رکھے ہوئے ہیں اسی طرح لوگوں نے اُن کو دیکھا اور جانا کہ پوری مجسم بلا کسی نقصان کے لاشیں رکھی ہیں یا وہ لوگ سو رہے ہیں ٭

سنہ ۱۸۴۷ عیسوی یا سنہ ۱۸۴۸ عیسوی میں دہلی میں اسی قسم کا ایک واقعہ گذرا تھا جہاں حضرت نظام الدین کی درگاہ ہے وہاں بہت پرانا قبرستان ہے۔ ایک اونچی جگہ پر ایک چبوترہ تھا اور اُس کے اوپر تین قبروں کے نشان تھے۔ اتفاق سے اُس چبوترہ کی ایک طرف کی دیوار میں سے کچھ پتھر گر پڑے اور چھید ہو گیا کہ اندر سے قبر دکھائی دینے لگی لوگوں نے اُس چھید میں سے جھانکا تو اُن کو معلوم ہوا کہ قبر بہت بڑی مثل ایک مربع کوٹھڑی کے ہے اور تین لاشیں بالکل سفید کفن پہنے ہوئے مجسم بلا کسی نقصان کے اُن میں رکھی ہوئی ہیں۔ اس کا چرچا ہوا اور بہت آدمی اُن کے دیکھنے کو گئے اور سب نے یہی بات بیان کی۔ میرے مخدوم دوست مولوی امام بخش صاحب صہبائی مرحوم کو اس قسم کی باتوں کے دریافت کا بہت شوق تھا وہ خود اُن لاشوں کے

دیکھنے کو گئے اول اُنھوں نے جھانک کر دیکھا تو اُن کو بھی اسیطرح
مجسّم اور مسلّم لاشیں معلوم ہوئیں - اُن کو تعجب ہوا - انھوں نے
دیوار کے دو ایک پتھر اور نکال ڈالے اور اندر گھسے - ایک
عجیب بات تو یہ دیکھی کہ قبر ایک مربع کوٹھری کے برابر بنی ہوئی تھی اور
تین لاشیں اُس میں رکھی ہوئی تھیں - مگر سب بوسیدہ اور راکھ کے
طور پر ہو گئی تھیں - لیکن جوکہ ہوا کا صدمہ کچھ نہ تھا تو جہاں اُن کے
ہاتھ رکھے ہوئے تھے وہیں اُن کے ہاتھ کی راکھ تھی - اور جہاں سر
رکھا تھا وہیں سر کی راکھ تھی - جہاں پانوں رکھا تھا وہیں پانوں کی راکھ
تھی - اور سب کے نشان معلوم ہوتے تھے - وہ لاشیں کاٹھ کے
تخت پر رکھی گئی تھیں - وہ تخت بھی بوسیدہ ہو کر اور گل کر زمین کے
برابر ہو گیا تھا مگر اُس کے نشان بھی راکھ میں جُدا محسوس ہوتے تھے -
اُنھوں نے اُنگلی سے چھوا تو معلوم ہوا کہ بالکل راکھ ہے - اور
ہڈیوں اور راکھ کے سوا اور کچھ نہیں ہے - مگر جب سوراخ میں سے
دیکھا جاتا تھا تو وہ تمام نقش جو راکھ میں قایم تھے بالکل مجسّم اور مسلّم لاشیں معلوم
ہوتی تھیں - تم خیال کرو کہ اگر ہم ایک تصویر کو ایک صندوق میں رکھدیں
اور ایسی حکمت کریں کہ کسی قدر شعاع آفتاب کی اُس میں پہونچے اور
اُس کے پہلو میں ایک چھید کر کے اُسکو دیکھیں تو وہ تصویر بالکل مجسم
معلوم ہوگی - پس اس طرح سے اس قسم کی پُرانی لاشیں جو کسی پہاڑ کے
نل میں سے دیکھی جاتی ہیں تو وہ مسلّم معلوم ہوتی ہیں - اسی طرح اصحاب کہف کی
لاشوں کے دیکھنے والوں کو وہ لاشیں مجسّم معلوم ہوتی ہونگی - کیورس متھس
مصنّف نے لکھا ہے کہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے بکس میں بند

کر کے مارسیلس کو بھیجی گئیں جو اب بھی سائنٹ وکٹر کے گرجا میں دکھائی جاتی ہیں - اسکی تصدیق تاریخ طبری سے بھی ہوتی ہے - اُس میں لکھا ہے کہ قتادہ نے روایت کی ہے کہ جب ابن عباس حبیب ابن مسلمہ کے ساتھ جہاد پر گئے تو وہ کہف پر گذرے اور اُس میں کچھ ہڈیاں تھیں - ایک شخص نے کہا کہ یہ اصحاب کہف کی ہڈیاں ہیں - ابن عباس نے کہا کہ اِن کی ہڈیاں تو تین سو برس سے زیادہ ہوا کہ یہاں نہیں رہیں +

بہرحال جب اُس ظالم بادشاہ نے اُس کھوہ کا موُنھ بند کروا دیا تو یہ بیچارے اُس میں بند ہو گئے اور مر گئے ایک زمانہ دراز کے بعد خواہ وہ زمانہ دو سو برس کا ہو یا ڈھائی سو برس کا یا تین سو برس یا تین سو نو برس کا کسی شخص نے اُس کھوہ کے موُنھ کو کھولا جیسا کہ اکثر روایتوں میں بیان ہوا ہے - اِس میں بھی کچھ شک نہیں ہو سکتا کہ اُن لوگوں کے پاس جو کھوہ میں گئے تھے اُس زمانہ کے سکہ کے روپے موجود تھے اور جس شخص نے اُس کا موُنھ کھولا تھا اُس نے وہ روپے پائے ہونگے اور جب بازار میں لیگیا لوگوں نے چرچا کیا ہوگا کہ اُس نے خزانہ پایا ہے حاکم تک اُسکو پکڑ کر لیگئے ہوں گے اور اُس نے تمام قصہ پہاڑ کی کھوہ میں لاشوں کے ہونے کا اور وہاں سے روپیہ ملنے کا بیان کیا ہوگا اُسپر وہاں کے حاکم اور شہر کے لوگ اُن کے دیکھنے کو آئے اور جانا کہ یہ اُن لوگوں کی لاشیں ہیں جو دقیوس قیصر کے ظلم سے بھاگے تھے +

راویوں اور لوگوں نے اِس اصلی واقعہ کو اِس طرح پر بنا لیا کہ اصحاب کہف کئی سو برس بعد سونے سے اُٹھے یا مردہ سے زندہ ہو گئے اور انہیں میں کا ایک شخص

روپیہ لیکر بازار میں آیا اور چرچا ہوا اور سب لوگ پہاڑ کی کھوہ پر گئے۔ پھر کسی نے کہا وہ زندہ تھے ایک آدھ بات کہکر مر گئے۔ کسی نے کہا کہ مسلم بغیر کسی نقصان کے لاشیں تھیں مگر اُس میں ارواح نہ تھی ایسے واقعات میں اس قسم کی افواہیں اوڑا کرتی ہیں اور رفتہ رفتہ روایتیں بن جاتی ہیں اور کتابوں میں لکھی جاتی ہیں اور مذہبی لگاؤ سے لوگ اُس کو مقدس سمجھتے ہیں اور معجزہ اور کرامات قرار دیتے ہیں ٭

قرآن مجید میں جس قدر اس قصہ کا بیان آیا ہے وہ بالکل سیدھا اور صاف ہے بلکہ خدا نے اُس قصہ کو اسی مقصد سے بیان کیا ہے کہ جو غلط باتیں اور عجائبات اُس قصہ کے ساتھ مشہور تھے اُن کی غلطی ظاہر ہو یا اُن کی تکذیب کیجاوے اور بتا دیا جاوے کہ اصل واقعہ کیا ہے ٭

مگر افسوس ہے کہ مفسرین نے جن کے کان انہی پرانی افواہی روایتوں سے بھرے ہوئے تھے اور عیسائی بھی اور اُن کے سوا عرب اور ایشیا کے لوگ بھی اُس قصہ کو عجائبات یا کرامت اور معجزات کے طور پر بیان کرتے تھے قرآن مجید کی آیتوں کی بھی وُہی تفسیر کی جس سے خود خدا انکار کرتا تھا۔ فمثلہم کمثل الذی فسر القول بما لا یرضی قائلہ +

تمام مفسرین کی سوائے معتزلہ کے یہ عادت ہے کہ اپنی تفسیروں میں محض بے سند اور افواہی روایتوں کو بلا تحقیق لکھتے چلے جاتے ہیں اور ذرا بھی تحقیق کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ علاوہ اس کے اِنھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے کہ جہاں تک ہوسکے

ہر ایک سیدھی سادھی بات کو بھی ایک حیرت انگیز طریقہ پر اور عجائبات و کرامات کے نمونہ پر بیان کریں۔ اُسی عادت کے موافق اصحاب کہف کے قصہ میں بھی عجیب و غریب باتیں ملادی ہیں مگر قرآن مجید اُن سب کو غلط بتاتا ہے ⁂

اب ہمکو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید کی اُن آیتوں کی جو اصحاب کہف کے قصہ سے متعلق ہیں تفسیر لکھیں اور دکھلائیں کہ قرآن مجید میں اُن کا قصہ کس قدر اور کس طرح بیان ہوا ہے اور مفسرین اُن آیتوں کی تفسیر میں کیسے دھوکے میں پڑگئے ہیں۔ واللہ المستعان ⁂

تفسیر الآیات من القرآن العظیم

فی قصۃ

اصحاب الکہف و الرقیم

سب سے اول اس امر کا تصفیہ کرنا چاہیئے کہ اصحاب کہف و رقیم کا ایک ہی گروہ پر اطلاق ہوا ہے یا دو مختلف گروہوں پر یعنی جن لوگوں پر اصحاب کہف کا اطلاق ہوا ہے اُنھیں پر رقیم یعنی اصحاب رقیم کا اطلاق ہوا ہے یا اصحاب کہف ایک جدا گروہ تھا اور اصحاب رقیم جدا گروہ* جو کچھ بحث ہو سکتی ہے وہ رقیم کے لفظ پر ہو سکتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے جیسا کہ تفسیر بیضاوی اور اور کتابوں میں بھی لکھا ہے کہ اصحاب الرقیم ایک جدا گروہ تھے اور وہ تین شخص تھے کہیں جاتے تھے رستہ میں مینھہ آیا ایک پہاڑ کے غار میں ہو بیٹھے اوپر سے پہاڑ گرا اور غار کا مونھہ بند ہو گیا۔ ان لوگوں نے خدا کے سامنے عاجزی کی اور اس مصیبت سے نکلنے کی دعا مانگی کچھ عرصہ کے بعد جو پتھر پہاڑ کا اوپر سے پھسل گرا تھا اور جس نے غار کا مونھ بند کر دیا تھا اور وہ نیچے کو پھسل گیا اور غار کا مونھ کھل گیا*

یہ قصہ امام محمد اسمٰعیل بخاری نے بھی اپنی کتاب صحیح بخاری میں بیان کیا ہے۔ مگر کچھ شبہ نہیں ہوسکتا کہ اِس مقام پر لفظ رقیم سے اُن لوگوں کے قصہ کی طرف اشارہ نہیں ہے ٭

اوّل تو اِس لیئے کہ اُس گروہ پر اصحاب الرقیم کا اطلاق نہیں ہوا۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ نے اس مقام پر دو گروہ کے قصّے نہیں بیان کیئے بلکہ صرف ایک گروہ کا قصہ بیان کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم ایک ہی گروہ کا لقب تھا ٭

ظاہرا معلوم ہوتا ہے کہ جہاں خدا نے اصحاب کہف کی تعداد میں لوگوں کا اختلاف بیان کیا ہے کہ کوئی تو کہتا ہے کہ وہ تین شخص تھے کوئی کہتا ہے کہ پانچ تھے کوئی کہتا ہے سات تھے۔ پس بعض لوگوں نے تین کی تعداد پر خیال کر کے رقیم کے لفظ سے اُس گروہ کا اشارہ سمجھا جن کی تعداد تین تھی اور وہ بھی پہاڑ کے غار میں اوپر سے پتھر گرنے کے سبب بند ہوگئے تھے۔ مگر جیسا کہ ہم نے بیان کیا نہ کوئی وجہ پائی جاتی ہے اور نہ اِس بات کا کوئی ثبوت ہے۔ کہ اِن لوگوں پر اصحاب الرقیم کا اطلاق ہوا ہو البتہ قسطلانی شرح صحیح بخاری میں شہاب الدین احمد بن محمد الخطیب نے اصحاب الغار کا اُن پر اطلاق کیا ہے مگر اصحاب الرقیم کا کسی نے اطلاق نہیں کیا ٭

بیضاوی اور نیز اَور مورخوں اور مفسروں نے رقیم کے معنوں میں اختلاف کیا ہے بعضوں نے کہا کہ جس پہاڑ میں اصحاب کہف

باب اذا اشتری شیئا لغیرہ ... فرضی
حدثنا یعقوب بن ابراہیم ...
انا ابن جریج اخبرنی موسی بن عقبۃ عن نافع عن ابن عمر عن النبی صلعم قال خرج ثلثۃ نفر یمشون فاصابہم المطر فدخلوا فی غار فی جبل فانحطت علیہم صخرۃ قال فقال بعضہم لبعض ادعوا اللہ بافضل عمل عملتموہ فقال احدہم کذا والثانی کذا فانکشف والثالث کذا فانکشف (بخاری)

باب من استاجر اجیرا ... عنہم

حدثنا ابو الیمان انا شعیب عن الزہری حدثنی سالم بن عبد اللہ ان عبد اللہ ابن عمر قال سمعت رسول اللہ صلعم یقول انطلق ثلثۃ رہط ممن کان قبلکم حتی اووا المبیت الی غار فدخلوہ فانحدرت صخرۃ من الجبل فسدت علیہم الغار فقالوا انہ لا ینجیکم من ہذہ الصخرۃ الا ان تدعوا اللہ بصالح اعمالکم فقال الرجل منہم کذا والثانی کذا والثالث کذا فانفرجت الصخرۃ فخرجوا یمشون (بخاری)

۲۳

چھپے تھے اُس کا نام ہے۔ کسی نے کہا جس جنگل میں وہ پہاڑ تھا اُس جنگل کا نام ہے۔ بعضوں نے کہا کہ جہاں وہ پہاڑ تھا اُس شہر کا نام ہے مگر یہ سب اقوال قابل اعتبار نہیں ہیں اس لیئے کہ جغرافیہ اُس ملک کا جہاں وہ پہاڑ تھا اِن اقوال میں کسی کی مساعدت نہیں کرتا ٭

بعضوں کا قول ہے کہ رقیم اُن کے کُتّے کا نام تھا اور اُس کی سند میں امیہ بن ابی الصلت شاعر جاہلی کا شعر لایا جاتا ہے جس میں اُس نے کہا ہے۔ ولیس بہا الا الرقیم مجاورا۔ مگر اس قول پر بھی طمانیت نہیں ہو سکتی کیونکہ جب طرح رقیم کی نسبت مختلف باتیں مشہور تھیں یہ بھی مشہور ہوگا کہ رقیم اُن کے کُتّے کا نام تھا اُسی کو شاعر نے اپنے شعر میں نظم کر دیا ٭

رقیم کے معنی از روئے لغت کے لکھے ہوئے کے ہیں۔ صحیح بخاری میں بھی رقیم کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "الرقیم الکتاب مرقوم مکتوب من الرقم" بخاری[1] نے بھی سعید بن جبیر کا قول نقل کیا ہے کہ انھوں نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رقیم جست کی تختی تھی جس پر اصحاب کہف کا حال اور اُن کے نام لکھے گئے تھے اسی وجہ سے اُن کو اصحاب الرقیم بھی کہتے تھے۔ پانچویں صدی عیسوی کے اخیر میں یا چھٹی صدی کے شروع میں یعنی آنحضرت صلعم سے پہلے ایشیا مینر کے بشب نے اس قصہ کو بطور عیسائی مذہب کے متبرک قصہ کے تحریر کیا تھا پس ہر صورت سے اصحاب کہف پر اصحاب الرقیم کا اطلاق صحیح و درست ہوتا ہے اور رقیم عطف تفسیری ہے اصحاب کہف کی۔ وہو الصحیح عندنا ٭

[1] قال سعید عن ابن عباس الرقیم اللوح من الرصاص کتب عاملہم اسماءہم اسماء اصحاب الکہف ثم طرحہ فی خزانتہ (بخاری)

تمام[5] مفسرین قصۂ اصحاب کہف کی شان نزول میں لکھتے ہیں
کہ نضر بن الحارث اور عتبہ بن ابی معیط مدینہ کے یہودیوں کے
احبار یعنی علماء کے پاس گئے اور آں حضرت صلعم کے حالات
اُن سے کہے اُن لوگوں نے کہا کہ تم اُن سے تین سوال کرو اگر وہ
جواب دیں تو نبی ہیں اور نہیں تو نہیں ۔

ایک[1] یہ کہ چند جوان جو اگلے زمانہ میں گذرے اُن کا کیا حال ہے ۔
ایک[2] یہ کہ اُس شخص کی جو بڑا پھرنے والا تھا اور زمین کے مشرق
اور مغرب تک پہونچا تھا اُس کے حالات کیا ہیں ۔
ایک[3] یہ کہ روح کیا ہے ۔

پہلے سوال کے جواب میں اصحاب کہف کا قصہ نازل ہوا
مگر ہمارے نزدیک نہ اس تمہید کی جو سوالات کرنے کے باب میں
بیان ہوئی کوئی سند ہے اور نہ اس بات کی طرف کہ اصحاب کہف
کے قصہ کی نسبت کسی نے سوال کیا تھا کوئی اشارہ ہے ذوالقرنین
کا حال اور روح کی ماہیت بلاشبہ لوگوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم
سے پوچھی تھی اور قرآن مجید میں اُس کی طرف اشارہ ہے جہاں
فرمایا ہے ۔ یسئلونک عن ذی القرنین ۔ یسئلونک
عن الروح ۔

مگر اصحاب کہف کے قصہ میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس سے
پایا جاوے کہ وہ قصہ آں حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے کسی نے
پوچھا تھا ۔ معہذا نبی ہونے کی شناخت ان سوالوں کے جواب پر منحصر
کرنا کیسی ایک لغو اور بیہودہ بات ہے ۔

اس روایت میں ایک صریح غلطی یہ ہے کہ اصحاب کہف کا قصہ یہودیوں کا یا یہودی مذہب کا قصہ نہیں ہے بلکہ عیسائی مذہب کے لوگوں کا قصہ ہے پس اُس کی نسبت علماء یہود سے پوچھنا یا علماء یہود کا اُس کی نسبت سوال بتانا اور اُس کے جواب پر آں حضرت کا نبی ہونا منحصر کرنا کیسا غلط ہے ؛

علاوہ اس کے یہ قصہ کچھ بہت پرانا قصہ نہیں آنحضرت صلعم کے زمانہ سے تھوڑے زمانہ پہلے کا ہے جیسے کہ آیندہ معلوم ہوگا۔ معہذا یہ قصہ عرب جاہلیت کو بھی معلوم تھا جیسے کہ اُمیہ بن ابی الصلت جاہلی کے شعر سے پایا جاتا ہے اور وہ یہ ہے :-

ولیس بها الا الرقیم مجاورا ٭ وصیدهم والقوم فی الکهف همّدُ

پس ایسے قصہ کو پوچھنا اور اُس پر نبی ہونے کو منحصر کرنا کسی طرح سمجھنے کے قابل نہیں ہے -

علاوہ اسکے خود قرآن مجید سے پایا جاتا ہے کہ قبل اس کے کہ خدا تعالےٰ اس قصہ کی حقیقت بتلاوے آں حضرت صلعم اس قصہ کو مع اُن عجائبات کے جو لوگوں نے اُسمیں شامل کر دیئے تھے سُن چکے تھے اور متعجب ہوئے تھے خدا نے کہا اے محمد کیا تو نے سمجھا ہے کہ اصحاب کہف و رقیم میری عجیب نشانیوں میں تھے۔ اور جبتک کہ آنحضرت نے وہ قصہ معہ اُن عجائبات کے جو لوگوں نے اُس میں شامل کر لیئے تھے نہ سُن لیا تو خدا کا یہ فرمانا کہ کیا تو نے اُس کو عجیب سمجھا ہے صحیح نہیں ہو سکتا بے جانی ہوئی چیز پر نہیں کہا جا سکتا کہ کیا تو نے اُسکو عجیب جانا ہے ؛

ام حسبت ان اصحاب الکهف والرقیم کانوا من ایتنا عجبا (سورۂ کہف)

یہ کہانی کہ قریش نے احبار یہود کے کہنے سے آنحضرت صلعم سے تین سوال

کہے تھے اور آپ نے فرمایا کہ میں کل اس کا جواب دوں گا مگر انشاءاللہ تعالےٰ نہ کہا اور پندرہ روز تک نہ جبریل آئے نہ وحی لائے اور قریش ایسی ویسی باتیں بنانے لگے اور آنحضرت صلعم ملول و متفکر ہوئے محض غلط اور ساختہ کہانی ہے اور حدیث کی کسی معتبر کتاب میں یہ روایت نہیں ہے ٭

لوگوں کی عادت ہے کہ جہاں قرآن مجید کی کسی آیت میں اس قسم کا کوئی لفظ دیکھا جسپر کوئی قصہ مبنی ہو سکتا ہے اُسکی مناسبت سے ایک قصہ روایت کرنے لگے اور ہمارے مفسرین نے اُن روایتوں کو اپنی تفسیروں میں نقل کرنا شروع کیا۔ اسی سورہ میں یہ آیت ہے کہ "اور تو کبھی نہ کہنا کسی چیز کے لیئے کہ میں اُس کو کل کروں گا بغیر انشاءاللہ کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے" ٭

اس آیت سے لوگوں نے یہ قصہ بنایا کہ قریش نے یہ قصہ پوچھا تھا اور آپ نے وعدہ کیا تھا کہ میں کل جواب دوں گا مگر انشاءاللہ نہیں کہا تھا اُسپر خدا روٹھ گیا اور دو ہفتہ تک وحی نہیں بھیجی نعوذ باللہ من ہذہ الشطیحات ٭

اوّل تو غداً کے معنی کل کے یعنی دوسرے دن کے قرار دینا صحیح نہیں ہے غد اور غدا کا استعمال زمانہ مستقبل غیر معین و غیر محدود پر ہوتا ہے خدا نے سورہ لقمان میں فرمایا ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کل کیا کرے گا پس غدا کے لفظ سے جس کا ترجمہ کل اور (فردا) ہے دوسرا دن مراد نہیں ہے بلکہ اس سے زمانہ مستقبل یعنی آنے والا زمانہ مراد ہے مطلب یہ ہے کہ کوئی نہیں جانتا کہ آئندہ وہ کیا کرے گا ٭

ان اللہ عندہ علم الساعۃ وینزل الغیث ویعلم ما فی الارحام وما تدری نفس ماذا تکسب غدا (سورہ لقمان)

زمانہ جاہلیت میں بھی غد کے لفظ کا اس معنی میں استعمال ہوتا تھا جیسے کہ زیاد ابن معاویہ المعروف بالنابغہ الذبیانی جاہلی شاعر نے کہا ہے :۔

لا مرحبا بغدٍ ولا اھلا بہ ٭ ان کان تفریق الاحبۃ فی غد

پس اس آیت میں جو لفظ غداً کا ہے اُس کے معنی دوسرے دن کے نہیں ہیں خدا نے فرمایا کہ جب تم آیندہ زمانہ میں کسی کام کے کرنے کو کہو تو اُس کے ساتھ انشاء اللہ کہہ لیا کرو۔ لوگوں نے اس خیال سے کہ یہ آیت سورۂ کہف کی آیتوں میں شامل ہے اور غدا کا لفظ اُس میں آیا ہی اور لوگوں کا ذی القرنین کی نسبت اور روح کی نسبت بھی سوال کرنا قرآن میں مذکور ہے ایک روایت جسکی کوئی سند نہیں ہے بنا کھڑی کی اور ہمارے مفسروں نے اپنی تفسیروں میں نقل کرنا شروع کر دیا ٭

خدا تعالیٰ نے اس مقام پر اصحاب کہف کے قصہ کو اخیر تک بیان نہیں کیا بلکہ صرف اُسیقدر بیان کیا ہے جہاں تک اُس بات سے علاقہ رکھتا ہے جس سے اس قصہ کا عجیب و غریب اور مافوق الطبیعت ہونا لوگوں نے بیان کیا ہے باقی قصہ کو چھوڑ دیا ہے کیونکہ اُس کے بیان کی ضرورت نہ تھی اس لیئے جس مقام پر اُس قصہ کو چھوڑا اپنے پیغمبر کو نصیحت کی ہے کہ جو کام آیندہ کو کرنا ہو بغیر انشاء اللہ کہے مت کہو کہ مَیں کروں گا اور اگر انشاء اللہ کہنا بھول جاوے تو اُسکو یاد کر لے یعنی یاد آنے پر کہہ لے۔ یہ جملہ اس مقام پر اس لیئے فرمایا کہ خدا نے قصہ کو ناتمام چھوڑ کر اپنے پیغمبر سے فرمایا۔ کہ یہ کہدلے کہ ہدایت کرے مجھ کو میرا پروردگار اس سے بھی قریب زیادہ ٹھیک بات کی یعنی جو قصہ باقی

فعسی ان یهدینی ربی لاقرب من هذا رشدا (سورۃ کهف)

رہ گیا ہے اُس کو بھی تحقیق طور پر بتا دینے کی اور اسی کے بعد فرمادیا کہ خدا کو معلوم ہے کہ وہ کہف میں کتنی مدت رہے ۔ غرضکہ جو شان نزول مفسرین نے بتائی ہے وہ صحیح نہیں ہے ۔ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ قاضی عبد الجبار معتزلی نے بھی اس شان نزول پر اعتراض کیا ہے کہ یہ شان نزول صحیح نہیں ۔ وہو الحق ۔ اب اس قصہ کی شان نزول جو خود قرآن مجید سے بدلالت النص پائی جاتی ہے ہم بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلعم نے کافروں سے یہ قصہ جس طرح کہ اُن میں مشہور تھا سُنا اور اُسپر نہایت متعجب ہوئے تھے ۔ خدا تعالے نے اُس تعجب کے دور کرنے کو فرمایا کہ "اے محمد کیا تو نے سمجھا ہے کہ اصحاب کہف اور رقیم میری عجیب نشانیوں میں تھے یعنی وہ کچھ عجیب نہ تھے

علمائے مفسرین نے بھی یہ معنی اختیار کیئے ہیں ۔ مگر باوجود عجیب ہونے کے نفی کرنے کے اُس کا عجیب ہونا قایم رکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس لیئے عجیب نہیں ہے کہ خدا کی تمام نشانیاں عجیب ہیں یا یہ کہ خدا کی مخلوقات مثلاً آسمان اور زمین وغیرہ اس قصہ سے بھی اعجب یعنی عجیب تر ہیں

مگر ان دونوں دلیلوں میں غلطی ہے بیشک خدا کی تمام مخلوقات اور اُس کے تمام کام فی نفسہ عجیب ہیں مگر جو روزمرہ دیکھنے و برتنے میں آتے ہیں اُن کا عجیب ہونا نہیں سمجھا جاتا بلکہ اُسی کا عجیب ہونا سمجھا جاتا ہے جو معمولی باتوں سے بڑھکر ہو بس یہ کہنا کہ قصہ اصحاب کہف عجیب تو ہے مگر چونکہ تمام کام خدا کے عجیب ہی ہیں اس لیئے اس قصہ کو بالتخصیص عجیب مت سمجھو بالکل غلط اور خلاف مقصود آیت کی ہے کیونکہ

ام حسبت ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا (سورۂ کہف)

یعنی اظننت یا محمد ان اصحاب الکہف والرقیم کانوا من آیاتنا عجبا ای ہم عجب من آیاتنا وقیل معناہ انہم لیسوا باعجب من آیاتنا فان ما خلقت من السموات والارض وما فیھن من العجائب اعجب منھم (معالم التنزیل)

آیت میں اُس کے عجیب ہونے کی نفی سے یہ مراد ہے کہ وہ ایک معمولی واقعہ ہے جو انسانوں پر گذرا ہے اُس میں تعجب کرنے کی کوئی بات نہیں ۵

دوسرا استدلال کہ اَور کام خدا کے اُس سے بھی زیادہ تر عجیب ہیں اس لیئے گو کہ وہ قصہ عجیب ہے مگر اُس کو عجیب نہ سمجھو اَور بھی زیادہ مہمل اور بے معنی ہے آیت میں اُس کے عجیب ہونے کی نفی کی گئی ہے اُس میں لفظ عجبا ہے اگر اعجبا کا لفظ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ نفی زیادہ تر عجیب ہونے سے متعلق ہوتی اور قصہ کا فی نفسہ عجیب ہونا باقی رہتا مگر جبکہ عجیب ہونے کی ہی نفی ہے تو بجز اس کے کہ وہ ایک عام واقعہ ہو جو دنیا میں ہوتے ہیں اور کوئی صفت تعجب اُس میں باقی نہیں رہتی۔ بلاشبہ خدا تعالیٰ کی تمام نشانیاں اور اُس کی تمام مخلوقات آسمان و زمین انسان و حیوان چیونٹیاں اور بُھنگے سب عجیب ہیں لیکن باعتبار نفس خلقت کے فی نفسہ عجیب ہونا دوسری چیز ہے جو امور کہ موافق عادت کے ہوتے ہیں گو وہ فی نفسہ عجیب ہوں مگر عادت کے موافق ہونے پر اُن سے کوئی متعجب نہیں ہوتا۔ تعجب جب ہی ہوتا ہے جب کوئی چیز خلاف عادت وقوع میں آوے۔ پس یہ آیت جو تعجب کی نفی پر دلالت کرتی ہے وہ اُسی تعجب کی نفی کرتی ہے جو کسی امر کے خلاف عادت ظہور میں آنے سے ہوتا ہے حاصل یہ ہے کہ اصحاب کہف میں کوئی بات تعجب کرنے کے لایق نہیں ہے اُن پر کوئی واقعہ خلاف عادت جس سے تعجب ہو جیسا کہ لوگوں نے مشہور کر رکھا ہے نہیں گذرا وہ مثل اَور انسانوں کے انسان تھے

اور جیسے واقعات انسانوں پر گزرتے ہیں ویسے ہی اُن پر بھی گزرے تھے
کوئی امر خلاف عادت جو تعجب انگیز ہو نہیں ہوا ؎

اب یہ امر قابل غور ہے کہ قرآن مجید میں اس قصہ کو دو ٹکڑے کر کے بیان کیا ہے پہلی دفعہ بہت ہی مختصر طور پر اُس کو کہدیا ہے اور صرف وہی خاص مقام بیان کیا ہے جس کے سبب وہ قصہ عجیب ہو جاتا ہے اور پہلی آیت میں اُس کے عجیب ہونے کی نفی کی تھی اور اُس کے ساتھ کوئی ایسا لفظ بھی نہیں ہے جو اُس قصہ کے واقعی ہونے پر اشارہ کرتا ہو ؎

برخلاف اس کے جہاں پر قصہ شروع کیا ہے اُسکی ابتدا میں فرمایا ہے[۴] کہ ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر اُن کا ٹھیک واقعی قصہ ۔ پس پہلے بیان کی نسبت جو خدا تعالیٰ نے اُس کا بیان کرنا اپنی طرف نسبت نہیں کیا اور دوسرے بیان کو حق بتایا اور اپنی طرف نسبت کیا اِسکے لیئے کوئی وجہ ہونی چاہیئے ؎

تفسیر کبیر[۵] میں لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے اُنکے قصے کا ایک ٹکڑا بیان کیا پھر کہا کہ ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر اُن کا ٹھیک یعنی سچا قصہ مگر صاحب تفسیر کبیر نے بھی کوئی وجہ نہیں بیان کی کہ ان دونوں بیانوں میں کیوں اِسطرح تفریق کی ہے مگر یہ لفظ صاف اِس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ پہلے جس قدر بیان ہوا وہ قصہ وہ نہیں ہے جس کے بتانے کا خدا نے ارادہ کیا تھا بلکہ پہلے وہ بیان کیا ہے جو لوگوں میں مشہور تھا اور جس سے وہ قصہ عجیب ہو گیا تھا اور پھر واقعی قصہ بیان کیا ہے جس میں وہ امر تعجب انگیز نہیں ہے اور دونوں کے مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے

۴ نحن نقص علیک نبأهم بالحق (سورہ کہف)

۵ اعلم انه تعالیٰ ذکر من قبل جملة من واقعتهم ثم قال فنحن نقص علیک نبأهم بالحق ای علی وجه الصدق (تفسیر کبیر)

کہ جس امر کو لوگوں نے باعث تعجب اِس قصہ میں قرار دے رکھا تھا وہ واقعی نہیں ہے ؛

لوگوں نے جس طرح اِس قصہ کو تعجب انگیز بنا لیا تھا خدا نے اُس کا اِس طرح بیان کیا ہے کہ "جب[1] وہ چند جوان کہف میں آئے تو انہوں نے کہا کہ اے ہمارے پروردگار ہمکو اپنے پاس سے رحمت دے اور طیار کر دے ہمارے لیئے ہمارے کاموں میں بھلائی پھر ہمنے مارا اُن کے کانوں پر کہف میں گنے ہوئے برسوں تک پھر ہم نے اُن کو اُٹھایا تاکہ ہم جان لیں کہ اُن دو گروہوں میں سے کونسا گروہ خوب یاد رکھنے والا ہے اُن کے رہنے کی مدت کو" ؛

لوگوں نے جو اِس قصہ میں تعجب انگیز بات بنالی تھی وہ یہ تھی کہ جب وہ کہف میں گئے تو بعض[2] روایتوں میں ہے کہ وہ سو رہے بعض میں ہے کہ اُن پر غشی چھا گئی۔ محمد[3] بن اسحاق کا قول تفسیر معالم التنزیل میں نقل کیا ہے کہ خدا نے اُن کی روحوں کو وفات دی جیسیکہ سونے میں روحوں کو وفات دیتا ہے بعض روایتوں میں ہے کہ وہ مر گئے پس خدا کو ایسا لفظ فرمانا تھا جو لوگوں کے ان سب خیالات پر حاوی ہو اس لیئے فرمایا "فضربنا علی اذانہم" یعنی اُن کے کانوں کو ایسا کر دیا جس سے وہ سُن نہ سکیں اور کانوں کی ایسی حالت سو جانے غش آجانے سے مر جانے سے ہر حالت میں ہو جاتی ہے پس اُن لوگوں کے خیالات پر جامع ہونے کو اس سے بہتر کوئی لفظ نہ تھا ؛

پھر فرمایا "سنین عددا ثم بعثناہم" لوگ کہتے تھے کہ انکی یہ حالت تین سو برس تین سو نو برس اور بعض تاریخوں کے حساب سے دو سو برس یا دو سو چالیس برس تک رہی

[1] اذ اوی الفتیۃ الی الکھف فقالوا ربنا اتنا من لدنک رحمۃ وھیئ لنا من امرنا رشدا فضربنا علی اذانہم فی الکھف سنین عددا ثم بعثناہم لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا (سورہ کہف)

[2] فضربنا قال المفسرون معناہ انمناہم (تفسیر کبیر) فینامہم ضرب اللہ علی اذانہم ذلک اذ ضرب النوم علی اذانہم (تفسیر) فی الکھف (معالم التنزیل)

[3] قد توفی ارواحہم وفاۃ النوم (معالم التنزیل)

ان اختلافات مدت کے لیئے کوئی لفظ سنین عدد سے زیادہ جامع نہیں ہو سکتا تھا ؛

پھر لفظ بعثنا بھی ایسا ہی جامع ہے کہ جو لوگ اُن کو سوتا ہوا سمجھتے تھے تو سونے سے اُٹھنے پر بھی بعث کے لفظ کا اطلاق ہو سکتا تھا غش سے افاقہ ہونے پر بھی اطلاق ہو سکتا تھا اور مُردہ ہو کر زندہ ہونے پر بھی اُس کا اطلاق ہو سکتا تھا اور یہ لفظ لوگوں کے تمام خیالات کے جامع تھے ؛

ضرب علی الاذن اور بعث کو خدا نے اس مقام پر اپنی طرف منسوب کیا ہے اور کہا ہے فضربنا علی اذانہم - ثم بعثناھم اس کا سبب یہ ہے کہ وہ لوگ بھی جنہوں نے اس قصہ کو عجیب بنایا تھا اور وہی روایتیں چلی آتی تھیں وہ بھی اُن کا سُلانا یا غش میں ڈالنا یا مُردہ کر دینا اور پھر اُٹھانا یا جلانا خدا ہی کی طرف منسوب کرتے تھے اس لیئے اس مقام پر بھی خدا نے اُسکو اپنی طرف منسوب شدہ بتایا ہو

پس جو عجیب چیز اس قصہ میں بنائی گئی تھی وہ اصحاب کہف کا اس قدر مدت دراز تک سوتے رہنا یا غش میں پڑے رہنا یا مرے ہوئے ہو کر پھر زندہ ہونا تھا - جبکہ خدا تعالیٰ نے پہلی آیت میں اس قصہ کے عجیب ہونے کی نفی کی تھی تو اُس سے اُن کے اس قدر مدت تک سوتے رہنے یا غش میں پڑے رہنے یا مردہ رہکر زندہ ہونے کی نفی لازم آتی ہے ؛

اس کی تائید خود قرآن مجید کی اگلی آیتوں سے ہوتی ہے جہاں سے خدا تعالیٰ نے خود اُن کا واقعی اور سچا قصہ بیان کرنا شروع کیا ہے اور جسمیں اُن کے

اِس قدر زمانۂ دراز تک سوتے رہنے یا غش میں پڑے رہنے یا مُردہ رہنے کا مطلق ذکر نہیں ہے نتیجہ اِس بحث کا یہ ہے کہ یہ جو لوگوں میں مشہور تھا کہ اصحاب کہف اس قدر مدت دراز تک سو کر یا غش میں پڑے رہکر اُٹھے یا مُردہ رہکر زندہ ہوئے صحیح نہیں تھا ۔

اب خدا تعالیٰ صحیح قصہ اصحاب کہف کا بتلاتا ہے اور فرماتا ہے کہ "ہم بیان کرتے ہیں تجھ پر اُن کا سچا قصہ ہاں وہ چند جوان تھے جو اپنے پروردگار پر ایمان لائے تھے اور ہم نے اُن کو زیادہ ہدایت کی تھی اور مضبوط کر دیا تھا اُن کے دلوں کو جبکہ وہ کھڑے ہوئے (یعنی جابر اور بُت پرست بادشاہ کے سامنے جو بت پرستی پر اُن کو مجبور کرتا تھا) اُنھوں نے کہا کہ ہمارا پروردگار آسمانوں اور زمین کا پروردگار ہے ہم اُس کے سوا کسی اَور کو خدا نہیں پکارتے اور جب ہم نے ایسا کہا (یعنی کسی دوسرے کو خدا کہا) تو ہم نے بیہودہ بات کہی۔ اِس کے بعد اُنہوں نے آپس میں کہا کہ "ہماری اِس قوم نے اللہ کے سوا خدا ٹھہرائے ہیں کیوں نہیں لاتے اُن کے خدا ہونے پر صاف دلیل پھر کون شخص زیادہ ظالم ہے اُس سے جس نے بہتان باندھا خدا پر جھوٹ اور جب تم اُن سے الگ ہو جاؤ اور اُس سے جس کی وہ عبادت کرتے ہیں اللہ کے سوا تو چل رہو کہف میں تاکہ وسیع کر دیوے تمہارے لئے تمہارا پروردگار اپنی رحمت کو اور طیار کرے تمہارے لئے تمہارے کاموں میں آرام کا ذریعہ" ۔

اب خدا تعالیٰ اُس کہف کا حال بتاتا ہے جس میں اصحاب کہف جا کر رہے تھے کہ "تو دیکھے آفتاب کو جب وہ طلوع کرے تو وہ اُن کے کہف سے

نحن نقص علیک نبأهم بالحق انهم فتیة آمنوا بربهم وزدناهم هدی وربطنا علی قلوبهم اذ قاموا فقالوا ربنا رب السموات والارض لن ندعوا من دونه الها لقد قلنا اذا شططا (سورہ کہف ع ۲)

هؤلاء قومنا اتخذوا من دونه الهة لولا یأتون علیهم بسلطان بین فمن اظلم ممن افتری علی الله کذبا واذ اعتزلتموهم وما یعبدون الا الله فأووا الی الکهف ینشر لکم ربکم من رحمته ویهیئ لکم من امرکم مرفقا (سورہ کہف)

وتری الشمس اذا طلعت تزاور عن کهفهم ذات الیمین واذا غربت تقرضهم ذات الشمال وهم فی فجوة منه (سورہ کہف)

دائیں جانب کو مائل ہوگا اور جب غروب کرے تو اُن کو کاٹتا ہوا بائیں طرف کو جاویگا اور وہ کہف کی کشادگی میں ہیں"۔

اِس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے کہف کا موُنھ جانب شمال تھا اور لوگوں نے بھی اِس کے موُنھ کو جانب بنات النعش کہا ہے جو آسمان پر جانب شمال چند کواکب ہیں پس اب تم اپنا مونھ جانب شمال کرو تو مشرق تمہارے دائیں ہاتھ کو ہوگی اور مغرب بائیں ہاتھ کو اور سورج جو مشرق سے نکلے گا تمہارے پر ہوتا ہوا یعنی تمکو یا تمہارے مقام سکونت کو کاٹتا ہوا تمہارے بائیں ہاتھ کی طرف غرب کو چلا جاوے گا۔ یہ حال خدا نے اس لیئے بیان کیا تاکہ سمجھ میں آوے کہ اُس کہف یعنی پہاڑ کی کھوہ میں بالکل اندھیرا تھا اور سورج کی روشنی کسی طرح نہیں جاسکتی تھی۔

پہاڑ میں جو اس قسم کی کھوہ ہوتی ہے وہ دُور تک لمبی اور تنگ چلی جاتی ہے اور کسی مقام پر چوڑی ہوجاتی ہے اُسی چوڑی جگہ پر خدا نے فرمایا ہے کہ "وھم فی فجوۃ منہ" یعنی اصحاب کہف اُس کھوہ کی چوڑی جگہ میں تھے۔

اُس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ یہ ہے اللہ کی نشانیوں میں سے جسکو خدا ہدایت کرے وُہی ہدایت پانے والا ہے اور جسکو گمراہ کرے پھر تو اُس کا کوئی دوست راہ بتانے والا نہیں پاوے گا۔

اگر کوئی یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ نے اصحاب کہف کو یا اُس پہاڑ کی کھوہ کو یا اصحاب کہف کے وہاں جاکر رہنے کو اللہ کی نشانیوں میں سے قرار دیا ہے تو یہ محض غلطی ہوگی کیونکہ اُس کے آگے جو الفاظ ہیں کہ من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ سبیلا۔

ذلک من آیات اللہ من یھد اللہ فھو المھتد ومن یضلل فلن تجد لہ ولیا مرشدا (سورہ کہف)

وہ صاف بتاتے ہیں کہ اصحاب کہف جو اپنے ایمان پر اور خداپرستی
پر مستحکم ہے اور خدا نے نہایت سختی اور جبر میں بھی جو بت پرست
بادشاہ کیطرف سے بتوں کے پوجنے پر ہوتے تھے اُن کے
دلوں کو مضبوط رکھا اُس کی نسبت خدا نے فرمایا ذالک من آیات اللہ ؛
اب خدا تعالیٰ اصحاب کہف کی حالت بیان کرتا ہے کہ تو انکو یعنی
اگر دیکھے تو گمان کرے کہ وہ جاگتے ہیں حالانکہ وہ سوتے ہیں اور ہم
اُن کو داہنی کروٹ اور بائیں کروٹ پر بدل دیتے ہیں اور اُن کا کتا
کھوہ کے دہانہ پر ہاتھ پھیلائے ہوئے بیٹھا ہے ؛
خدا تعالیٰ نے اس سے پہلے اصحاب کہف کا پہاڑ کی کھوہ میں
جانا بیان کیا ہے اُس کے بعد اُس کھوہ کی حالت بیان کی ہے اور
اب اصحاب کہف کی حالت بیان فرمائی ہے ۔ پس یہ حالت اُسی وقت
کی ہے جبکہ اصحاب کہف کھوہ میں گئے تھے نہ زمانہ موجودہ کی یا اُسکے
کسی زمانہ ممتد کے بعد کی ۔ تحسبہم ایقاظا کی نسبت مفسروں نے
بہت سی بے اصل باتیں لکھی ہیں الا قرآن مجید سے جو اُسکی وجہ پائی
جاتی ہے وہ صرف خدا کا یہ فرمانا ہے کہ نقلبہم ذات الیمین و ذات
الشمال اور یہی بات سچ ہے وہ پتھریلی کھوہ میں جاکر سوئے تھے اور
اُسکے سبب سے گھڑی گھڑی کروٹیں بدلتے ہوں گے اور اُن کی
اس تکلیف کو خدا نے اس طرح پر ظاہر فرمایا ہے ؛
اُسکے بعد خدا تعالیٰ اُس وحشت اور خوفناک حالت کو جس میں اصحاب کہف
پہاڑ کی کھوہ میں جاکر چھپنے سے مبتلا ہوئے تھے بتاتا ہے اور فرماتا ہے کہ اگر تو اُن کو
دیکھتا تو اُن سے اُلٹا بھاگتا اور تجھپر اُن سے رعب چھا جاتا مفسروں نے اس آیت

وتحسبہم ایقاظا وہم رقود ونقلبہم ذات الیمین وذات الشمال وکلبہم باسط ذراعیہ بالوصید (سورہ کہف)

لو اطلعت علیہم لولیت منہم فرارا ولملئت منہم رعبا (سورہ کہف)

کی نسبت بھی بہت سی افواہی اور بے سند روایتیں لکھی ہیں اور اُنکی اِس حالت کو زمانہ ممتد بعد کی حالت قرار دیا ہے حالانکہ جس طرح خداتعالیٰ نے اصحاب کہف کی اُس وقت کی حالت کو جب وہ پہاڑ کی کھوہ میں گئے تھے بیان کیا ہے اسی طرح اُسی وقت کی اُن کی وحشت انگیز حالت کو ظاہر فرمایا ہے*

قرآن مجید کا سیاق کلام یہی ہے کہ جب کسی گذشتہ واقعہ پر متنبہ کرنا یا توجہ دلانا چاہتا ہے تو گذشتہ واقعہ کو موجود قرار دیکر خطاب کے لفظوں سے مخاطب کرتا ہے جیسے کہ الم تر کیف فعل ربک باصحٰب الفیل*

پہاڑ کی کھوہ فی نفسہ ایک وحشتناک جگہ ہوتی ہے ۱۸۷۰ء میں جبکہ میں لنڈن میں تھا تو ایک دوست سے ملنے برسٹل میں گیا جو ایک خوبصورت شہر ہے اُسکے قریب سمندر کی کھاڑی کے کنارے پر ایک چھوٹا سا پہاڑ کا ٹیلہ ہے اُس میں ایک کھوہ ہے جس میں کسی اگلے زمانہ میں کوئی ہرمٹ یعنی عیسائی درویش رہتا تھا میں اُس کھوہ کو دیکھنے گیا غالباً وہ کچھ بہت بڑی تھی کئی سو فیٹ کی لمبی ہوگی مگر ایسی تنگ و تاریک تھی کہ کوئی چیز یہاں تک کہ پاس کا آدمی بھی دکھائی نہیں دیتا تھا۔ جو شخص اُس کے دکھانے کو ہمارے ساتھ تھا مہربانی سے روشنی لایا کہ ہم روشنی کے ذریعہ سے اُس میں جاویں۔ قریباً نصف راستہ ہم نے طے کیا ہوگا کہ اس زور سے اور عجیب نفرت انگیز آواز سے ہوا آنی شروع ہوئی جس نے ہمکو پریشان کردیا اور جو روشنی ہمارے ساتھ تھی وہ گل ہوگئی ہم آگے نہ گئے اور واپس چلے آئے معلوم ہوا کہ

اُس کھوہ میں سمندر کی جانب کوئی سوراخ یا موکھا ہے اُس میں سے
یہ شدید ہوا آتی ہے - جو شخص ہمارے ساتھ تھا اُس نے بیان
کیا کہ تھوڑی دور آگے قریباً دو ڈھائی گز چوڑی ایک جگہ ہے
اُس میں ہر مسٹ رہتا تھا - مَیں سمجھتا ہوں کہ اسی قسم کی جگہ پر
سورہ کہف میں خدا تعالےٰ نے وھم فی فجوۃ منہ کا اطلاق
کیا ہے ؛

یہانتک صرف اسقدر بات قرآن مجید سے پائی گئی کہ اصحاب کہف اُس
بُت پرست بادشاہ کے خوف سے بھاگے اور پریشانی کی حالت میں ایک
وحشت انگیز جگہ میں جو پہاڑ کی تنگ و تاریک کھوہ تھی جا کر چھپے اور وہاں
سو رہے پھر خدا نے اُن کو جگایا یعنی وہ جاگے چنانچہ خداوند تعالےٰ
فرماتا ہے " اور اسی طرح ہم نے اُن کو اُٹھایا تاکہ وہ آپسمیں پوچھیں -
اُن میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ تم کتنا سوئے اُنھوں نے
کہا ایک دن سوئے یا ایک دن سے کچھ کم وہ بولے کہ تمہارا
پروردگار جانتا ہے کہ تم کتنا سوئے ؛

پہاڑ کی کھوہ جس میں وہ جا کر چھپے تھے نہایت اندھیری تھی سورج
کی روشنی اُس میں نہیں پہونچتی تھی یہ ایک معمولی بات تھی کہ جب وہ
سو کر اُٹھے تو پوچھا کہ کس قدر سوئے اُس اندھیری کھوہ میں کسی نے
کہا دن بھر یا کچھ کم سوئے جو کہ وہ لوگ بسبب اندھیرے کے ٹھیک
انداز نہیں کر سکتے تھے اُنھوں نے کہا خدا معلوم کتنا سوئے ؛

یہ اُن کا سونا اور جاگنا پہاڑ کی کھوہ میں جانیکے بعد ایک معمولی زمانہ تک سو کر
جاگنا تھا اور کوئی عجیب بات اُسمیں نہتھی اور نہ قرآن میں اِس مقام پر یعنی اس قصہ

ع وکذلک بعثناھم لیتساءلوا بینھم قال قائل منھم کم لبثتم قالوا لبثنا یوما او بعض یوم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم (سورہ کہف)

ہیں جس کی نسبت خدا نے کہا نحن نقص علیک نبأھم بالحق کوئی اشارہ اس بات کا ہے کہ اُن کا سوتے رہنا زمانہ طویل غیر عادی اور غیر قیاسی اور غیر طبعی تک ہوا تھا بلکہ تمام سیاق سے پایا جاتا ہے کہ وہ کھوہ میں چھپے وہاں سو رہے اور معمولی قاعدہ پر اُٹھے آپس میں پوچھنے لگے کہ کتنا سوئے ؛

بعض مفسرین نے استدلال کیا ہے کہ ہرگاہ اُن کے اُٹھنے کی علت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ آپس میں سوال کریں کہ کتنا سوئے تو زمانہ نوم میں ضرور کوئی ندرت ہوگی اور اُس ندرت کو نوم زمانہ طویل قرار دیا ہے۔ مگر یہ اُن کی محض غلطی ہے ایک امر کے بعد دوسرے امر کو جو اُس کے متصل واقع ہوا ہو لام کے ساتھ بیان کرنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ دوسرا امر اُس کی علت ہو قرآن مجید کا سیاق کلام ایسا ہی ہے کہ ایک واقعہ کے بعد جو دوسرا واقعہ ہوتا ہے اُس کو لام کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے جس سے محض تعقیب مراد ہے نہ علت چنانچہ قرآن مجید میں بہت جگہ جسپر لام آیا ہے وہ ہرگز اپنے ماقبل کی علت نہیں ہے اسی سورہ میں خدا نے فرمایا ہے ثم بعثناھم لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا۔ پس خدا کا علم اُن کے زمانۂ نوم کی نسبت اُن کے اُٹھنے کا معلول نہ تھا۔ اِسکے سوا اور بہت سے مقام قرآن مجید میں اس سے زیادہ صاف طور پر آئے ہیں جہاں خدا نے فرمایا ہے وما جعلنا القبلۃ التی کنت علیھا الا لنعلم من یتبع الرسول اور جہاں فرمایا ہے وما کان لہ علیھم من سلطان الا لنعلم من یؤمن بالاخرۃ اور جہاں فرمایا ہے فالتقطہ آل فرعون لیکون لھم عدوا وحزنا

پس جبکہ اُن کے جگانے کی علت اُن کا باہم سوال کرنا نہ تھا جو دلیل ندرت زمانہ نوم کی اُن مفسرین نے سمجھی تھی گو وہ کیسی ہی لغو اور مہمل تھی مگر وہ باطل ہو جاتی ہے - یہ امر بھی انسانوں میں بہت واقع ہوتا ہے کہ سو کر اُٹھنے کے بعد پوچھتے ہیں کہ کتنا سوے اور کوئی نہیں سمجھ سکتا کہ اُن کے جاگنے کی علت سونیکی مدت کا سوال کرنا تھی ٭

اصل یہ ہے کہ تمام مفسرین اور روایت گڑھنے والوں کو اس وجہ سے غلطی پڑی ہے کہ ابتدا میں یعنی جس مقام پر خدا نے لوگوں کی غلط افواہ اور غلط تعجب کا ذکر کرتے وقت اُن کا قول نقل کیا تھا کہ فضربنا علیٰ اذانہم فی الکہف سنین عددا ثم بعثناہم اور سنین عددا سے زمانہ ممتد مقصود تھا اُسی پر اُنھوں نے سمجھ لیا کہ کئی سو برس سونے کے بعد اُٹھے ہونگے حالانکہ اس واقعی اور صحیح قصہ میں خدا تعالیٰ نے اُن کا سونا اور پھر جاگنا مسلسل طور پر کھوہ میں جانے کے بعد بیان کیا ہے ٭

شروع قصہ میں خود خدا تعالیٰ نے قصہ کے عجیب ہونے کی نفی کردی تھی اور اُسکا عجیب ہونا صرف مدت دراز تک سوئے رہنے سے تھا اس صحیح اور واقعی قصہ میں خدا تعالیٰ نے اُن کا زمانہ دراز تک سوے رہنے کا ذکر نہیں فرمایا پس اِس مقام پر بھی اُس غلط شہرت کو داخل کرنا صریح غلطی ہے ٭

(۱) جب وہ اُٹھے تو انہوں نے کہا کہ بھیجو اپنے میں سے ایک کو اپنے پاس سے چاندی کا یہ سکہ دیکر شہر کو تا کہ دیکھے کہ کونسا اچھا کھانا ملتا ہے اور اُسمیں سے تمہارے لیے کھانا لاوے اور جلد چلا آوے اور کسی کو تمہاری خبر نہ کرے بیشک اگر وہ تم پر چڑھ آوینگے

(۱) فابعثوا احدکم بورقکم ھذہ الی المدینۃ فلینظر ایہا ازکی طعاما فلیاتکم برزق منہ ولیتلطف ولا یشعرن بکم احدا انہم ان یظہروا علیکم یرجموکم او یعیدوکم فی ملتہم ولن تفلحوا اذا ابدا (سورہ کہف)

تو پتھر مار کر مار ڈالیں گے یا تمکو اپنے مذہب میں پھیر لیں گے اور اُس وقت تم کبھی فلاح نہیں پانے کے ؛

اسکی تصریح قرآن مجید میں نہیں کہ وہ صرف ایک ہی دفعہ کھانا لینے گیا یا اسی طرح متعدد دنوں تک کھانا لایا کرتا تھا۔ مگر تفسیر معالم التنزیل میں محمد بن اسحٰق کی روایت لکھی ہے کہ " فلبثوا بذلک ما لبثوا " یعنی وہ اسی طرح کرتے تھے جب تک کہ وہ کرتے رہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک عرصہ تک وہ اسی طرح اپنا کھانا شہر سے منگاتے رہے ؛ اِس کے بعد خدا فرماتا ہے کہ اسطرح ہمنے لوگوں کو انکی خبر کردی مگر اِس کے بعد خدا نے یہ نہ بتایا کہ اِن لوگوں نے اُن کی خبر پاکر اُن کے ساتھ کیا کیا مگر یہ فرمایا تاکہ وہ جان لیں کہ بے شک وعدہ اللہ کا سچا ہے اور بیشک قیامت آنیوالی ہے اِس میں کچھ شک نہیں ؛

اِس مقام پر جو بحث ہے وہ یہ ہے کہ یعلموا میں جو ضمیر ہے اُسکا مرجع کون ہیں عموماً مفسرین عام لوگوں کی طرف جن کو اُن کی خبر ہوگئی تھی اُس کا مرجع بیان کرتے ہیں مگر لوگوں کو اُن کی خبر ہوجانے سے کہ وہ پہاڑ کی کھوہ میں چھپے ہوئے ہیں اور " ان وعد اللہ حق وان الساعۃ لا ریب فیہا " سے کیا تعلق ہے ؛

اگر کہا جاوے کہ اُن کی خبر ملنے کا واقعہ اُس وقت کا ہے جبکہ وہ ایک مدت دراز تک سو کر اُٹھے تھے تو اوّل تو اُن کے مدت دراز تک سوتے رہنے کی نفی ہوچکی اور اگر بالفرض تسلیم کیا جاوے تو بھی ایک مدت تک گو کہ وہ کتنی ہی دراز ہو سو کر اُٹھنے سے اس بات کا کہ وعد اللہ حق وان الساعۃ لا ریب فیہا کیا ثبوت ہوسکتا ہے ؛

۲۱ وکذلک اعثرنا علیہم لیعلموا ان وعد اللہ حق و ان الساعۃ لا ریب فیہا (سورہ کہف)

اور اگر بالفرض وہ اُس کھوہ میں مر گئے ہوں جیسے کہ بعض مورخین کا قول ہے اور تین سو برس بعد پھر زندہ ہوئے ہوں اور اِن کے دوبارہ زندہ ہونے کے بعد لوگوں کو خبر ہوئی ہو تو بھی اِن کا دوبارہ زندہ ہونا کسی نے نہیں دیکھا تو پھر کیونکر اُن لوگوں کو جنہوں نے اُن کی خبر سُنی تھی قیامت یعنی حشر اجساد پر یقین ہو سکتا تھا +

کچھ شبہ نہیں ہے کہ ضمیر یعلموا کی خود اصحاب کہف کی طرف راجع ہے کہ جب اُن کو معلوم ہوا کہ لوگوں کو اُن کی خبر ہو گئی تو اُن کو یقین ہوا کہ اب وہ مارے جاویں گے۔ پس خدا کا یہ فرمانا کہ لیعلموا ان وعد الله حق وان الساعۃ لا ریب فیہا اشارہ اِس بات کا ہے کہ وہ مارے گئے کیونکہ اس بات کا جاننا کہ وعد الله حق جیسا کہ موت سے ہوتا ہے اور طرح پر نہیں ہو سکتا قال الله تعالیٰ والذین اٰمنوا وعملوا الصّٰلحٰت سندخلہم جنات تجری من تحتہا الانہار خٰلدین فیہا ابدا وعد الله حقا ومن اصدق من الله قیلا +

پس جن مورخین کا یہ قول ہے کہ جب اُس بت پرست بادشاہ کو اِن کے پہاڑ کے کھوہ میں چھپے ہونے کی خبر ہوئی تو اُس نے اُس کھوہ کا موںھ بند کرا دیا۔ تاکہ وہ بھوکے اور پیاسے آپ ہی مر جاویں اور وہ کھوہ اُن کے لیئے بمنزلہ قبر کے ہو جاوے چنانچہ وہیں مر گئے بہت صحیح و درست معلوم ہوتا ہے اور قرآن مجید سے اُسی کی تائید ہوتی ہے + مذکورۂ بالا واقعہ کے کئی سو برس بعد پہاڑ کی کھوہ کا موںھ جو بند کر دیا گیا تھا کھل گیا اور اُس کھوہ میں اُن کی لاشیں جو صرف ہڈیاں باقی تھیں معلوم

ہوئیں اور ضرور کھوہ کے اندر بموجب قاعدہ علم مناظر کے پوری لاشیں دکھائی دیتی ہوں گی اُس وقت لوگوں نے اُن کی زیارت کی اور جیسے کہ قرآن مجید میں بیان ہوا ہے کہ "اُس وقت آپس میں اُن کے باب میں جھگڑا کرنے لگے - پھر اُنھوں نے کہا کہ اُن کے اوپر کوئی مکان یعنی مقبرہ بنادو اُن کا خدا اُن کے حال کو بخوبی جانتا ہے" اُن لوگوں نے جو اُن کہنے والوں کے کام پر غلبہ رکھتے تھے یعنی حاکم یا پادری اُنھوں نے کہا کہ اُن کو قرار دینگے مسجد یعنی عبادتگاہ چنانچہ بعض انگریزی کتابوں میں جن میں یہ قصہ بیان ہوا ہے لکھا ہے کہ اُن کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے صندوق میں بند کرکے مارسیلیس کو بھیجی گئی تھیں اور سینٹ وکٹر کے گرجا میں موجود ہیں ؛

اِس بات میں کہ اصحاب کہف کے آدمی تھے لوگ مختلف تھے چنانچہ خدا فرماتا ہے کہ کہیں گے (یعنی جب اُن سے پوچھو) کہ تین تھے اُن میں چوتھا اُن کا کُتّا تھا اور کہیں گے پانچ تھے اور اِن میں چھٹا اُن کا کُتّا تھا بن نشانہ دیکھے پتھر مارتے ہیں اور کہیں گے سات تھے اور اِن میں آٹھواں اُن کا کُتّا تھا تو کہدے اے پیغمبر کہ میرا پروردگار خوب جانتا ہے اُن کی تعداد کو اُن کو نہیں جانتے مگر تھوڑے پھر تو اُن سے اُن کے باب میں جھگڑا مت کر سوائے ظاہری بات چیت کے اور نہ اُن کے باب میں اُن میں سے کسی ایک سے کچھ پوچھ اور تو کبھی نہ کہنا کسی چیز کے لیئے کہ میں اُسکو کل کروں گا بغیر خدا چاہے کہے اور یاد کر اپنے پروردگار کو جب تو بھول جاوے اور کہدے کہ شاید ہدایت کرے مجھ کو میرا پروردگار اِس سے بھی قریب زیادہ ٹھیک بات کی ؛

اِس کے بعد کی آیت میں جو لفظ ولبثو کا ہے اُس کا عطف یقولون پر ہے جو اس کی پہلی آیت میں ہے یعنی کہیں گے کہ "وہ رہے پہاڑ کی کھوہ میں تین سو برس اور اُنہوں نے زیادہ کیئے (یعنی اُسپر) نو برس تو کہدے کہ خدا خوب جانتا ہے کہ کتنی مدت وہ رہے اُسی کے لیئے ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی باتوں کا جاننا خوب دیکھنے والا ہے اُس کا یعنی غیب کا اور خوب سننے والا اُس کے سوا اُن کے لیئے کوئی دوست نہیں ہے اور وہ شریک نہیں کرتا اپنے حکم میں کسی کو ؛

اس آیت سے ظاہر ہے کہ اصحاب کہف کسی مدت تک پہاڑ کی کھوہ میں رہے اور اِس کہنے سے لازم آتا ہے کہ وہ کسی مدت کے بعد پہاڑ کی کھوہ میں سے نکلے مگر کوئی مورخ اِس بات کو نہیں کہتا کہ وہ کسی زمانہ میں پہاڑ کی کھوہ میں سے زندہ نکل کر کہیں رہے ہوں اور نہ کسی روایت میں ایسا بیان ہوا ہے پس جس مدت کا اِس آیت میں ذکر ہے اُس سے وُہی مدت مراد ہے جو اُن کے پہاڑ کی کھوہ میں جانے اور اُن کی ہڈیوں کو اُس میں سے نکالنے میں گذری بیشک اِس زمانہ کی مدت ٹھیک معلوم نہیں ہے لیکن جہاں تک کہ تاریخ سے معلوم ہوسکتا تھا اُسکو ہم بیان کرچکے ہیں ؛

یہ ہے صحیح قصہ اصحاب کہف کا بعض لوگوں کو جہاں کہیں پرانی لاشیں برآمد ہوئی ہیں شبہ پڑا ہے کہ یہ لاشیں اصحاب کہف کی ہیں معجم البلدان میں یاقوت حموی نے ایک قصہ لکھا ہے کہ واثق باللہ نے محمد بن موسی نجومی کو روم میں بھیجا کہ وہ اصحاب کہف کو دیکھے اور وہ روم کے ایک شہر میں گیا وہاں ایک چھوٹا سا پہاڑ تھا کہ اُس کا

لا
ولبثوا فی کھفھم ثلثمائۃ سنین وازدادوا تسعا قل اللہ اعلم بما لبثوا لہ غیب السموات والارض ابصر بہ واسمع ما لھم من دونہ من ولی ولا یشرک فی حکمہ احدا (سورہ کہف)

گہیر نیچے سے ہزار گز سے کچھ کم تھا اور زمین سے ملی ہوئی اُسمیں ایک سُرنگ تھی وہ اُس میں گیا اور وہ تین سو قدم نیچے چلے گئے وہاں پہونچکر اُس کو ایک مکان ملا جو ستونوں پر بنایا ہوا تھا اور ستون بھی پہاڑ ہی میں سے کھودے ہوئے تھے اور اُس میں کئی کوٹھریاں تھیں ایک کوٹھری کی کرسی آدمی کے قد کے برابر اونچی تھی اور اُسپر ایک پتھر کا دروازہ تھا وہاں ایک آدمی متعین تھا وہ اِن لاشوں کے دیکھنے اور تلاش کرنے کو منع کرتا تھا اور ڈراتا تھا کہ کچھ آفت لگ جائے گی منجم نے اُس کے منع کرنے کو نہ مانا اور نہایت مشکل اور دقت سے اُس کے اوپر چڑھا وہاں سے اُس نے لاشیں دیکھیں جو صبر اور مُر اور کافور سے لیپ کئے ہوئے رکھی تھیں ؞

ایک اَور قصہ ہے کہ بلقا ریں بہ اطراف دمشق ایک جگہ عمان کے قریب ہے لوگ کہتے ہیں کہ وہ جگہ اصحاب کہف و الرقیم کی ہے ؞

اور ایک یہ قصہ ہے کہ اندلس کے جنگل میں ایک جگہ ہے جس کو جنان الورد کہتے ہیں اور اُسی کو اصحاب الکہف و الرقیم کی جگہ بتاتے ہیں اور وہاں لاشیں ہیں کہ وہ بگڑتی نہیں ؞

ایک اَور قصہ ہے کہ علی بن یحییٰ اٹلی کے ملک میں ایک جگہہ گیا اُس نے غار دیکھا اور اُس کے اندر تیرہ لاشیں تھیں اور یہ خیال کیا کہ سات لاشیں تو اصحاب کہف کی ہیں اور باقی لاشیں اہل روم نے اپنے بزرگوں کی صبر اور اور دوا میں مل کر رکھدیں ہیں ؞

عبادہ بن صامت سے ایک روایت ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے پہلے سال خلافت میں اُس کو روم میں بھیجا

قریب قسطنطنیہ کے اُس نے ایک سرخ رنگ کا پہاڑ دیکھا اور لوگوں نے کہا کہ اُس میں اصحاب الکہف ہیں وہاں ایک گرجا تھا گرجا کے لوگوں نے ایک سرنگ بتائی جو پہاڑ میں تھی وہ مجھ کو وہاں لے گئے اور وہاں ایک لوہے کا دروازہ لگا ہوا تھا وہ کھولا تو ہم ایک بڑے مکان میں پہونچے اُس میں تیرہ ۱۳ لاشیں چت رکھی ہوئی تھیں گویا کہ وہ سوتے ہیں ہمنے اُن کا موںھ کھول کر دیکھا تو وہ بالکل تر و تازہ تھا جیسا زندہ آدمیوں کا - ایک شخص کے موںھ پر تلوار کا زخم تھا معلوم ہوتا تھا کہ گویا ابھی زخم لگا ہے - میں نے اُن لوگوں سے اُن کا حال پوچھا تو اُنھوں نے کہا کہ ہم اپنی کتابوں میں پاتے ہیں کہ یہ لاشیں حضرت عیسیٰ کے مبعوث ہونے سے چار سو برس پہلے سے ہیں اور یہ سب ایک وقت میں انبیاء مبعوث ہوئے تھے اِس کے سوا اور کچھ ہم نہیں جانتے ؛

۱۸۸٦ء میں جب ایک انگریزی کمیشن افغانی اور روسی سرحد مقرر کرنے کو ترکمانوں کے مُلک میں گیا تو اُس وقت ایک شخص نے ایک پہاڑ کا جس کا نام اُس نے کوہ رقیم لیا ہے اس طرح پر حال لکھا ہے :-

کوہ رقیم جس میں سات شخص خوابیدہ ہیں یہ زیارت مسلمانوں کی ہے اور ہمارے کیمپ سے چار میل جنوب و غرب کو وادی حراق میں ہے کیمپ کے مسلمان اُس کی طرف چلے اور میں بھی گھوڑے پر سوار معہ صوبہ دار محمد حسین خاں صاحب دوسری پلٹن سکھ کے گیا۔ اہل اسلام اِس مقام کو اِس لئے متبرک مانتے ہیں کہ اصحاب کہف کا ذکر قرآن مجید

میں آیا ہے اِس پہاڑ کو جس میں یہ زیارت واقع ہے یہاں کے باشندے
چارشنبہ بھی بولتے ہیں اور اُس کے نواح میں پہلے کسی زمانہ میں ایک
آبادی قشلان نام کی تھی جسمیں اسّی ہزار (۸۰۰۰۰) باشندے بستے تھے۔ شاید
کسی مقام پر شہر فسوس بھی ہوگا جس کا ذکر قصۂ اصحاب کہف میں کیاجاتا
ہے۔ کہ ایک شخص منجملہ اِن سات شخصوں کے شہر فسوس میں گیا تاکہ
روٹی خرید لاوے۔ لیکن اِس کا صحیح پتہ مشکل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ
مقام (التیمور) میں تھا جو جنوبی جانب پہاڑوں میں ہے اور جہاں
ابتک ایک قطعہ موجود ہے فی الحال اِس قطعہ کی سیر ممکن نہیں کیونکہ برف
بہت ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہ مقام مچکو میں تھا جو چارشنبہ سے
مشرق کی طرف سات میل کے فاصلہ پر ہے واقعی مچکو ایک آباد جگہ
تھی اور بڑا موضع تھا جس کو ترکمانوں نے غارت کرکے اُجاڑ دیا
ہے۔ یہ مقام درمیان مروچک اور اندخوی کے ہے۔ کوہ رقیم پر
اِس وقت بیس خاندان سیدوں کے آباد ہیں اور ایک موضع خاص
سادات کا غار کے مونھ پر واقع ہے آگے بڑھکر ایک اور موضع ڈھائی سو
خاندان کی آبادی کا ہے۔ یہ پہاڑ ایک تنگ وادی میں ہے اور جسمیں
مجاورین تردد کرتے ہیں وہ اُن کو معاف ہے۔ علاوہ اِس کے جو
لوگ زائرین یہاں آتے ہیں وہ مجاورین کی خدمت کرتے ہیں یہاں
ایک چھوٹی سی مسجد ہے اور غار کے مونھ پر ایک محرابدار دروازہ
بیس فیٹ بلند بنا ہوا ہے اور اُسپر ایک چوب بطور نشان استادہ
ہوکر ایک کپڑا اُس میں لگا ہوا اُڑتا ہے۔ اِس غار کے چاروں طرف
ایک وسیع قبرستان ہے جو شخص مرتا ہے یہیں لاکر دفن ہوتا ہے اور

اسی وجہ سے یہ پہاڑ پر ہے۔ غار کے مونھ سے دس بارہ گز کے فاصلہ پر ایک طرف تہ خانہ ہے تہ خانہ میں دُور چل کر ایک دروازہ مٹی سے چھپا ہوا ہے۔ سیدوں نے کہا کہ یہ سیدھا راستہ مکہ کا ہے مگر قدرت اُسکو کھولنے نہیں دیتی۔ جب مٹی ہٹاتے ہیں اور مٹی یہاں گر جاتی ہے دہنی طرف ایک تاریک حجرہ میں ایک زینہ لگا ہے اور اُس میں تختے بچھے ہیں اور یہاں سے راستہ خفتگان کا بند کردیا ہے سیدوں نے بہت کچھ کرامات اصحاب کہف کی بیان کیں اور کہا اصحاب موصوفین اب بھی غار کے اندر سوتے ہیں۔ اور کچھ تبرکات بھی دکھلائے اور سب سے بڑا مشاہدہ یہ ہوا کہ اُنھوں نے شمع اندر بڑھا کر کہا دیکھو یہ سوتے ہیں ایک چادر سفید گوٹ کی نظر آئی ؛

نامہ نگار کہتا ہے کہ میں نے کہا کہ ہمکو یہ بھی دکھلادو کہ اس چادر کے نیچے کیا ہے اُنھوں نے کہا کہ یہ نہ ہوگا کیونکہ ہم خود واقف نہیں کہ اسکے نیچے کیا ہے اور کہنے لگے کہ زمانۂ ماسبق ایک شخص نے کپڑا اُٹھاکر دیکھنا چاہا تھا فوراً اندھا ہوگیا تھا۔ اور کہا کہ اگر تمہیں شک ہے تو ادھر دیکھو اور یہ کہکر شمع ایک طرف پھیردی دیوار کے ساتھ کُتّے کی ٹانگیں نظر آئیں۔ گمان تھا کہ کُتّا سوتا ہے۔ واللہ اعلم کیا اسرار ہے ؛

اِس قسم کی لاشوں کا برآمد ہونا اگر وہ درحقیقت اور فی الواقع برآمد ہوں تو کچھ تعجب کی بات نہیں ہے مصر میں ہزاروں برس کا دستور تھا کہ لاشوں کو ممی بناکر رکھتے تھے چنانچہ بہت سی موزیم میں وہ لاشیں جو برآمد ہوئی ہیں موجود ہیں ؛

ایشیا میں بھی قدیم زمانہ میں ممی بنانیکا کسی قدر رواج ہوا تھا اور اس سبب سے بعض ایشیا کے مقاموں سے ایسی لاشیں برآمد ہوئی ہیں - علاوہ اس کے بعض مُلکوں اور پہاڑوں میں بسبب تاثیرات مُلکی اور برف کے اسی طرح کی اُفتادہ لاشیں بھی نکل آتی ہیں اور لوگ اُن کو اصحاب کہف کی لاشیں سمجھ جاتے ہیں ؛

علاوہ اس کے اُن مقاموں کے خادم روپیہ کمانے کے لیئے بہت کچھ فریب کیا کرتے ہیں اور جھوٹی روایتیں بیان کرتے ہیں - جس زمانہ میں کہ سید احمد صاحب سکھوں سے لڑکر شہید ہوئے اُن کی لاش میدان جنگ میں دستیاب نہیں ہوئی غالباً اس وجہ سے کہ مغلوبین تو کافی طرح پر تلاش نہ کر سکے اور جو غالب ہوئے تھے وہ یقیناً پہچان نہیں سکتے تھے پس اُن کے مریدوں کو موقع ملا اور اُنھوں نے کہا کہ وہ زندہ ہیں اور پہاڑ کی کھوہ میں خدا کی عبادت اور نماز میں مشغول ہیں اور اُنھوں نے کھوہ میں ایک لکڑی پر عمامہ رکھکر اور جبہ کرتا پہنا دیا تھا اور دُور سے لوگوں کو دکھا دیتے تھے کہ وہ بیٹھے نماز میں مشغول ہیں - ہزاروں لوگ اب بھی بعض بزرگوں کی نسبت یقین رکھتے ہیں کہ وہ سینکڑوں برس سے پوشیدہ زندہ ہیں اور وقت مقرر پر تشریف لاوینگے - یہودی چند بزرگوں کو زندہ جانتے ہیں مسلمان و عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے زندہ ہونیکے اور پھر دنیا میں آنے کا یقین کرتے ہیں - شیعہ حضرت امام مہدیؑ کے پوشیدہ ہو جانے اور ابتک بلکہ وقت ظہور تک جو قیامت کے قریب ہوگا زندہ ہونے کے قائل ہیں - اس قسم کے خیالات و اعتقادات ایسی باتوں پر جو لوگ بنا لیتے ہیں زیادہ یقین کر لینے کے باعث ہوتے ہیں فقط

تمت

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سات سونیوالے یعنی اصحاب کہف

ترجمہ کتاب کیورس متہس آف دی میڈل ایجز

مؤلفہ ایس بارنگ گولڈ ایم اے

یہ قصہ جسپر ہم اِس مضمون میں بحث کرتے ہیں پچھلے زمانہ کے عجیب اور حیرت انگیز قصوں میں سے ہے جیکس دی وارین نے اسکو اپنی کتاب میں جس کا نام لیجنڈا آریا ہے اس طرح بیان کیا ہے ؎

یہ سات سونیوالے افی سس کے باشندے تھے بادشاہ ڈی سیس جس نے نصاری پر بہت ظلم کیا تھا جب وہاں پہونچا تو اُس نے یہ حکم دیا کہ ایک معبد اصنام کی پرستش کے لیئے بنایا جاوے اور سب لوگ اُس کے سامنے بتوں پر قربانی

۵۱

کریں نصاریٰ تلاش کروا کر بلائے گئے اور حکم سُنایا گیا کہ وہ موت یا پرستش
اصنام ان میں سے جسے چاہیں اختیار کریں۔ اِس حکم سے شہر میں ایک
آفت برپا تھی نہ دوست دوست کا ساتھی رہا نہ باپ بیٹے کا نہ بیٹا باپ کا ؞

اس زمانہ میں افی سس میں سات عیسائی تھے جن کے نام میک
سی مین۔ مالکس۔ مارسین۔ ڈایونی سس۔ جان
سراپین۔ کانسٹن ٹین تھے اُنھوں نے بتوں پر قربانی
کرنے سے انکار کیا اور اپنے مکان میں نماز روزہ کرتے رہے ڈی
سیس کے سامنے ان پر یہ الزام لگایا گیا اور انھوں نے اپنے
عیسائی ہونے کا اقرار کیا۔ بادشاہ نے کچھ مہلت دی تاکہ وہ جو طریقہ
آئندہ اختیار کریں اُسپر بخوبی غور کرلیں۔ اس مہلت کو انھوں نے
غنیمت سمجھکر اپنا تمام مال و اسباب غربا کو دیدیا اور خود یہ ارادہ کرکے
گئے کہ سیلین پہاڑ کے غار میں جاکر چھپ رہیں ؞

ان میں سے ایک شخص مالکس نامی طبیب کا بھیس بدل کر شہر میں کھانا
خریدنے کو گیا ڈی سیس نے جو کچھ عرصہ کے لیئے افی سس سے چلا گیا تھا
واپس آکر یہ حکم دیا کہ وہ ساتوں شخص تلاش کیئے جاویں مالکس ڈرتا ہوا شہر سے
بھاگا اور اپنی اصحاب سے بادشاہ کے غصہ کا سب حال بیان کیا۔ سب
بہت ڈرے مالکس نے اُن سے روٹی کھانیکو کہا تاکہ اُن میں کچھ
طاقت آوے اور مصیبت میں ہراساں نہوں کھانے سے فارغ ہوکر
رو رو کر باتیں کرتے رہے۔ کہ خدا کے حکم سے اُن پر خواب طاری ہوئے ؞

شہر میں کفار نے اُن کو جا بجا تلاش کیا مگر کہیں پتا نملا ڈِی سیس
اِس سے اَور بھی زیادہ برافروختہ ہوا اور اُن کے والدین کو بُلا کر یہ کہا کہ وہ اُن کا
پتا اور نشان نہ بتائیں گے تو سب مار ڈالے جائیں گے - انھوں نے
جواب دیا کہ وہ ساتوں جوان اپنا مال و اسباب غربا کو تقسیم کر کے چلے
گئے ہمکو یہ معلوم نہیں کہ وہ کہاں ہیں ڈِی سیس نے اِس خیال سے
کہ ممکن ہے کہ وہ غار میں چھپ رہے ہوں اُس کا مونھ پتھروں سے
بند کرا دیا تا کہ وہ بھوک کے مرجاویں ؎

تین سو ساٹھ برس اسی طرح گذر گئے تھیوڈوسیس کے
تیسویں سال میں بعض ملحدوں نے مسئلہ انبعاث موتی کا انکار کیا اتفاقاً
ایک شخص سیلیئن کے پہاڑ کے پاس اصطبل بنواتا تھا غار کے
مونھ پر پتھروں کا ڈھیر دیکھکر سب پتھر تعمیر کے لیئے اُٹھوا لیئے
اُس وقت اُن ساتوں کی آنکھ کُھلی یہ سمجھکر کہ ایک ہی شب خواب میں
گذری ہے مالکس سے پوچھا کہ ڈِی سیس نے اُنکی نسبت
آخری حُکم کیا دیا ہے اُس نے کہا کہ وہ ہمکو یہاں تک تنگ کرے گا
کہ ہم مجبور ہو کر بُتوں کو پوجیں میکسی مین نے کہا خدا جانتا ہے
ہم کبھی نہیں کریں گے - پھر اپنے ساتھیوں کی طرف مخاطب ہوا
اور مالکس سے کہا کہ جس طرح ہو وہ شہر جا کر اِس امر کی خبر لاوے اور کچھ
کھانے کے واسطے بھی لاوے - مالکس پانچ سکّے لیکر غار میں سے
نکلا یہ پتھر دیکھکر حیران ہوا - پھر شہر کی طرف چلا شہر کے قریب
پہونچکر دروازہ پر صلیب لگی ہوئی دیکھی اَور بھی زیادہ متحیر ہوا دوسرے
دروازہ پر گیا - وہاں بھی یہ متبرک نشان موجود تھا - اِسی طرح

شہر کے ہر دروازہ پر یہی دیکھا اُس کو یقین ہوا کہ شاید خواب کا کچھ اثر ابتک باقی ہے آنکھیں ملتا ہوا شہر میں داخل ہوا اور ایک نان بائی کی دوکان کی طرف بڑھا لوگوں کی زبان سے خدا کا نام سُن کر اَور بھی حیران ہوا کہا کہ کل اس نام کے لینے کی ایک کو بھی جرأت نہ تھی آج عیسیٰ کا نام وردِ زبان ہے۔ یہ کیا ماجرا ہے۔ شبہ ہوا کہ شاید یہ اَور کوئی شہر ہو۔ ایک راہ چلنے سے شہر کا نام پوچھا۔ سُن کر کہ یہ شہر **افی سس** ہے سخت حیران ہوا۔ نان بائی کی دوکان پر جا کر روپیہ رکھا۔ سکّہ کو دیکھکر طباخ نے پوچھا کہ تجھ کو کہیں سے خزانہ مِل گیا ہے۔ نان بائی آپس میں باتیں کرنے لگے یہ سمجھا کہ انھوں نے مجھ کو پہچان لیا ہے اور بادشاہ کے سامنے لے جانے کو ہیں بولا کہ خدا کے واسطے مجھے چھوڑ دیں روٹی اور روپیہ سے باز آیا کسی طرح جان بچے لیکن دوکاندار نے اُس کو پکڑ کر یہ کہا کہ تم کون ہو اس سے کچھ غرض نہیں جو تمکو خزانہ ملا ہے وہ ہمکو بھی بتاؤ کہ ہم تمہارے شریک ہوں اُس وقت ہم تمکو چھپا دینگے **مالکس** خوف کے مارے کچھ جواب دیسکا اس کے گلے میں رسّی ڈال کر بازار میں سڑک پر کھینچتے پھرے شہر میں بھی یہ خبر مشہور ہوئی ہر طرف سے لوگ جمع ہوئے کسی نے اُسکو نہ پہچانا وہ اپنی لاعلمی بیان کرتا رہا سب کے چہروں پر نظر دوڑائی مگر کوئی ایسا نظر نہ پڑا کہ جس سے کچھ بھی پہلا تعارف ہو **سینٹ مارٹن بشپ** اور **اینٹی پیٹر** حاکم شہر نے یہ حال سُن کر جوان اور طباخ کو بلایا اور جوان سے پوچھا کہ یہ خزانہ کہاں سے ملا ہے اُس نے کہا کہ خزانہ تو کہیں سے نہیں ملا یہ چند سکّہ میری تھیلی میں تھے پھر اُس سے دریافت

کیا کہ کہاں سے آئے اُس نے کہا کہ میں افی سسس کا باشندہ تھا اگر یہ شہر افی سسس ہی ہے گورنر نے کہا کہ تمہارے ماں باپ اور اقارب اگر یہاں رہتے ہوں تو بلاؤ جوان نے اُن کے نام بتائے اور کہا کہ یقیناً وہ یہاں رہتے ہیں مگر شہر میں ان ناموں کا کوئی نہیں تھا۔ گورنر نے چلا کر کہا کہ تم یہ کیونکر کہہ سکتے ہو کہ یہ تمہارے ماں باپ کا روپیہ ہے۔ یہ بادشاہ ڈی سیس کے عہد کا سکہ ہے جسکو تین سَو چہتر برس گذرے اور سکہ حالی سے بالکل مشابہ نہیں کیا تم افی سسس کے حکمار اور بوڑھے لوگوں کو بتاتے ہو یہ خوب سمجھ لو کہ اگر تم اُس کا پتہ نہ بتاؤ گے تو تمکو تمام قانونی سختیاں برداشت کرنی پڑینگی مالکس نے عرض کیا کہ خدا کے واسطے آپ پہلے مجھ کو ان چند سوالوں کے جواب دیں اُس وقت میں کچھ کہہ سکوں گا۔ بادشاہ ڈی سیس کہاں چلا گیا ہے۔ بشپ نے جواب دیا کہ میرے بچے اس نام کا اب کوئی بادشاہ نہیں جس کا یہ نام تھا اُس کو مرے ہوئے ایک عرصہ گذرا مالکس نے کہا کہ جو بات سُنتا ہوں اُس سے اور شش و پنج میں ہوتا جاتا ہوں سیلئن پہاڑ تک میرے ہمراہ چلو تا کہ میں اپنے ساتھیوں کو دکھاؤں کل ہی ڈی سیس کے ظلم سے بھاگ کر ہمنے اُس پہاڑ میں پناہ لی تھی بشپ نے گورنر سے کہا کہ "یہاں خدا کا ہاتھ ہے۔ ایک انبوہ کثیر اُس کے ساتھ چلا۔ اول مالکس غار میں اپنے ساتھیوں کے پاس گیا اور پھر بشپ۔ وہاں اُنھوں نے اُن بزرگوں کو غار میں بیٹھا ہوا دیکھا۔ بشاش چہرہ مثل گلاب کے تر و تازہ دیکھکر سب گر پڑے اور خدا کو سجدہ کیا۔ گورنر نے اُسی وزیہ عبر

تھیوڈوسیس کو بھیجی وہ فوراً افی سسس کو روانہ ہوا۔ تمام اکابر شہر اُس سے ملے اور اُسے غار کی طرف لے گئے۔ بادشاہ کو دیکھکر اِن مقدسین کے چہرے مثل آفتاب کے روشن ہوئے بادشاہ نے خدا کا شکر کیا اور اُن سے بغلگیر ہو کر کہا کہ میں نے تمکو کیا دیکھا گویا مسیح کو لزارس کو شفا بخشتے ہوئے دیکھا میکسی مین نے جواب دیا کہ ہم ایمانا یہ بات کہتے ہیں اور آپ یقین کیجئے کہ خدا نے ہمکو محشر سے پہلے اس واسطے اُٹھایا ہے تاکہ تم اس امر کو برحق سمجھو کہ قیامت کو مُردے ضرور اُٹھائے جائیں گے کیونکہ جیسا بچہ ماں کے رحم میں رہتا ہے اور کچھ ایذا نہیں پاتا اسی طرح ہم بھی خواب میں رہے اور کوئی تکلیف نہ اُٹھائی یہ کہکر اُنھوں نے سر جھکایا اور جان بحق تسلیم کی۔ بادشاہ اُٹھکر اُن پر جھکا اور بغلگیر ہو کر رویا۔ حکم دیا کہ سنہری صندوق بنوا کر اُن میں یہ لاشیں بطور یادگار زمانہ رکھی جاویں مگر اُسی شب کو اُن بزرگوں کو خواب میں دیکھا کہ کہتے ہیں "ہم ابتک زمین میں سوتے تھے اب بھی زمین ہی میں سونے دو جب تک کہ خدا دوبارہ نہ اُٹھاوے ❊

یہ دلچسپ قصہ اس طرح پر بیان کیا گیا ہے۔ ہم تک شاید یہ مشرق سے پہونچا ہے جیکوبس سروجین سسس میسوپوٹیمیا کی پانچویں یا چھٹی صدی کے بشپ نے اُسکو سب سے پہلے قلمبند کیا ہے گریگری آف ٹورس شاید سب سے اول اُسکو یورپ میں لایا ہے ڈایونی سیس آف انیٹاگ نے نویں صدی میں یہ قصہ شامی زبان میں لکھا ہے فوتیس باشندہ قسطنطنیہ نے بھی اسکو لکھا ہی

وہ لکھتا ہے کہ یہ قصہ قرآن شریف میں بھی ہے ٭

مٹیا فرلس ٹس بھی اس کا حوالہ دیتا ہے دسویں صدی میں یوٹی کیبس نے اِس کو اپنے عربی قصوں میں درج کیا ہے کاپٹک اور میرونایٹ کی کتابوں میں بھی اس کا پتہ ملتا ہے بعض پُرانے مورخین نے بھی اِس کو اپنی تصانیف میں درج کیا ہے جیسے کہ پالس ڈیاکونس اور ناسی فورس وغیرہ ٭

اِن سونیوالوں کی نسبت ولیم آف مامس بری ایک عجیب قصہ بیان کرتا ہے اُس کا بیان ہے کہ بادشاہ ایڈورڈ ملقب بمقدس ایسٹر کے جلسہ کے دن ویسٹ منسٹر کے محل میں تاج شاہی پہنے ہوئے بیٹھا تھا پادری اور رُوساء شہر سب جمع تھے اثناء دعوت میں بادشاہ گوشت اور شراب چھوڑ کر خدائی باتوں کا دھیان کرنے لگا اور اسی میں دیر تک محو رہا یکایک اِس زور سے ہنسا کہ سب حیران رہ گئے کھانے کے بعد کپڑے اُتارنے کے لئے جب خوابگاہ میں گیا تو چند رئیس بھی پیچھے پیچھے گئے ارل ہیرلڈ جو اُس کا جانشین ہوا اور ایک ایبٹ اور ایک بشپ جو اُسکے ساتھ تھے انھوں نے اس سے اُس ہنسی کا سبب پوچھا بادشاہ نے جواب دیا کہ میں نے ایک عجیب بات دیکھی ہے میری ہنسی بے وجہ نہ تھی انہوں نے عرض کیا کہ ہمکو بتائیے۔ تھوڑی دیر سوچکر کہا کہ میں نے دیکھا ہے کہ افی سس کے سات سونیوالوں نے (جو دہنی کروٹ پر دو سو برس سے سیلئن پہاڑ کی غار میں سو رہے ہیں) آج دفعتاً بائیں کروٹ بدلی ہے۔ یہ خدا کی مہربانی ہی کہ میں نے اُن کو

کروٹ بدلتے ہوئے دیکھا اس سبب سے ہنس پڑا ارل ہیرلڈ وغیرہ کو یہ سُن کر تعجب ہوا تو بادشاہ نے اُن سے پورا حال بیان کیا اور ہر ایک کا حلیہ اور صورت اور جسم بھی بتایا جس کا کسی نے اب تک کچھ حال نہیں لکھا تھا بلکہ بادشاہ نے یہ قصہ اس طور پر بیان کیا گویا کہ وہ ہمیشہ اُن میں رہا ہے ارل ہیرلڈ نے یہ بات سُن کر تین شخصوں کو (ایک نائٹ ایک منشی ایک پادری) بادشاہ ایڈورڈ کی طرف سے تحایف اور خط دیکر قسطنطنیہ کے بادشاہ کے پاس بھیجا بادشاہ قسطنطنیہ نے اُن قاصدوں کو خط دیکر افی سس کے بشپ کے پاس بھیجا کہ وہ ان تینوں انگریزوں کو اُس غار میں جانے دے اتفاق سے ایسا ہی معلوم ہوا جیسا کہ بادشاہ نے دیکھا تھا کیونکہ افی سس کے باشندوں نے یہ بیان کیا کہ انھوں نے اپنے بزرگوں سے سُنا ہے کہ یہ سات سونے والے ہمیشہ سے دہنی کروٹ پر سوتے تھے لیکن جس وقت یہ تینوں انگریز غار میں گئے تو اُن کو بائیں کروٹ پر سوتے پایا۔ اس کروٹ بدلنے سے عیسائیو کو اُن مصائب سے آگاہ کرنا تھا جو اُن پر مسلمان ترکوں اور تاتاریوں کے حملہ کرنے سے نازل ہونگی۔ کیونکہ جب کوئی مصیبت نازل ہونے کو ہوتی ہے اُس وقت یہ سونے والے کروٹ بدلتے ہیں؛

سات سونے والوں پر ایک نظم کاڈری نے بھی لکھی ہے جسکو ایم الیف ار میچل نے اپنی رپورٹ آمنسٹر ڈی لی انسٹرکشن پبلک میں بیان کیا ہے۔ ایک جرمن کی نظم اس مضمون پر ہے جس میں ۵۳۹ شعر ہیں

ایم کیراجان نے ۱۳ صدی میں چھاپی ہے اور اسپین کے ایک شاعر نامی اگسٹن موریٹو نے ایک ڈریما اسی پر لکھا ہے جس کا لاس سیٹی ڈرمین ٹینز نام ہے جس کا کہ کامیڈیس نیو دس اسکوجی ڈاسس دی لاس مجوریس ان جینی ادس کی اُنیسویں جلد میں حوالہ ہے اور ڈاکٹر نیبل نے بھی اسی مضمون پر ایک نظم لکھی ہے - قرآن میں یہ قصہ کسی قدر زیادہ ہے اُس میں یہ لکھا ہے کہ ان سونے والوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آنے کی پیشین گوئی کی ہے اُن کے ساتھ ایک کتا بھی ہے جس کا نام **کراٹیمر** یا **کراٹیمر** ہے جو اُن کے پاس سوتا ہے اور یہ کتا بھی پیشین گوئی کرسکتا ہے اور اِس کتے پر خاص خدا تعالےٰ کا یہ بھی احسان ہے کہ یہ بھی اَور دس جانوروں کے ساتھ بہشت میں جاویگا - دوسرے بہشت میں جانیوالے جانور یہ ہیں - حضرت یونسؑ کی مچھلی - حضرت سلیمانؑ کی چیونٹی - حضرت اسمٰعیلؑ کا برہ - حضرت ابراہیم کا گوسالہ - ملکہ سبا کا گدھا - حضرت صالح کا ناقہ - حضرت موسٰیؑ کا بیل - بلقیس کا ہدہد - اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری یعنی براق - ایسے زمانہ میں جب لوگ مقدسین کی یادگاروں کو سونے اور جواہرات سے بھی بیش بہا سمجھتے تھے تو اُن سونیوالوں کی یہ خواہش کرنی کہ اُن کو زمین ہی میں رہنے دو شاید کسی قدر بیجا تھی اور یہ خواہش پوری بھی نہ ہوئی کیونکہ اُن کی ہڈیاں ایک بڑے پتھر کے بکس میں بند کرکے **مارسیلس** کو بھیجی گئی تھیں

جواب بھی سینٹ وکٹر کے گرجا میں دکھائی جاتی ہیں روم میں وکٹوریم
کے عجائب خانہ میں اِن کی گندھک اور پلستر کی جوڑی ہوئی تصویریں
موجود ہیں ہر ایک کے سامنے اُس کا نام اور چند صفات بھی کندہ ہیں
کانسٹن ٹین اور جان کے پاس دو عصا ہیں میک سی مین کے
پاس ایک گرمدار عصا ہے مالکس اور مارسین کے پاس دو تیر
ہیں سیراپین کے سامنے ایک جلتی ہوئی مشعل اور ڈیوانی سس
کے سامنے ایک بڑی میخ ہے جس کو کہ ہوریس اور ایس پالی
نس نے بیان کیا ہے کہ ایذا رسانی کے واسطے کام میں لائی جاتی
تھی ۔

ان سات شخصوں کو نوجوان امرد کندہ کیا ہے واقع میں پُرانے
شہیدوں کے قصہ میں بھی اُن کو لڑکا کہا گیا ہے اِس پلستر کی بنی ہوئی
تصویروں سے بعضوں نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ یہ ساتوں ۲۵۰ء میں
ڈیسیس کے عہد میں مارے گئے تھے اور مذکورۂ بالا غار میں
دفن کیے گئے تھے اور تھیوڈوسیس کے عہد میں اُن کی ہڈیاں ۴۷۵ء
میں برآمد ہوئیں تو اُس وقت سے یہ قصہ مشہور ہوا ۔ میرے خیال کے
موافق غالباً یہ صحیح ہے اِن سونیوالوں کا قصہ اور سات کی تعداد بہت
پُرانی اور حضرت عیسےٰ سے پہلے کی ہے ۔

مثل اَور پُرانے قصوں کے اِس کو بھی عیسائیوں نے لے کر کے
مذہبی بنا لیا ہے ۔

پلینی ایک واقعہ نگار شاعر مسمی ای پی مینی ڈیز کے قصہ میں لکھتا ہے کہ
وہ بھیڑیاں چراتا ہوا گرمی کے موسم میں دق ہو گیا اور نیند نے بھی ستایا تو ایک غار

میں جاکر سورہا ستاون برس کے بعد خواب سے بیدار ہوا تمام دنیا بدلی ہوئی نظر آئی اُس کا بھائی جو اُس وقت بچہ تھا اب بالکل بوڑھا سفید تھا ؛

ای پی مینی ڈیز کو وہ لوگ جو پیری اینڈر کو مستثنے کرتے ہیں سات عقلا میں سے شمار کرتے ہیں یہ **سولن** کے عہد میں تھا دو سو نواسی برس کی عمر میں جب مرا تو لوگ اُسکو اوتار ماننے لگے اور خاصکر **ایتھینس** کے باشندے اُسکی بہت عزت کرتے ہیں ؛

اس قصہ کا ماخذ ایک بہت پُرانا قصہ ہے جس میں اینڈی مین چرواہے کا حال ہے کہ وہ ہمیشہ سے سوتا ہے اور جوپیٹر یعنی عطارد نے اُسکو دوامی جوانی اور خوبصورتی عطا کی ہے۔ عرب کے پُرانے قصوں کے موافق سینٹ جارج بھی تین دفعہ قبر سے اُٹھا اور تینوں دفعہ مارا گیا ؛

اسکینڈی نیوین کے قصوں میں بھی ہم یہی حال سی گرڈ کا دیکھتے ہیں کہ وہ خواب راحت میں اس امر کا منتظر ہے کہ کوئی پکارے تو آکر لڑے شارلی مین بھی ہیس میں تاج پہنے ہوئے اپنے تخت پر بیٹھا ہوا ہے تلوار پاس رکھے ہے۔ دجال کے وقت کا منتظر ہے کہ اُس وقت اُٹھکر ولیوں کے خون کا بدلہ لے **اوجیر ڈی ڈین** بھی اسی طرح **ای ویلون** کے خوابگاہ سے بیدار ہو کر حق کا بدلہ لینے اُٹھیگا ؛

افسوس کہ وہ **شیلس وگ ہولسٹین** کی لڑائی میں ظاہر ہو چکا تھا۔ بچپن کی ایک بات پر جب غور کرتا ہوں تو حیرت انگیز

وحشت معلوم ہوتی ہے مگر مجھ کو خوب یاد ہے کہ اِس مقام پر کیفہاسر برگ - تھُورنگیا میں مجھ سے یہ کہا گیا تھا کہ یہاں فریڈرک بار بروسا اور اُسکے چھ نائٹس سوتے تھے اتفاق سے ایک چرواہا بھی غار کی راہ سے پہاڑ میں جا پہونچا دیکھتا کیا ہے کہ ہال میں ایک پتھر کی میز رکھی ہے بادشاہ میز کے سامنے بیٹھا ہے سرخ ڈاڑھی پتھروں کے ٹکڑوں میں پھیلی ہوئی ہے - اِس چرواہے کی آہٹ سے فریڈرک خواب سے بیدار ہوا پوچھا کہ کیا کوے پہاڑوں پر اُڑ رہے ہیں چرواہے نے کہا ہاں حضور اُڑتے ہیں" تب بولا کہ ایک صدی تک اَور سونا چاہیئے - جب اُس کی ڈاڑھی تین دفعہ پتھر کے گرد لپٹ جاوے گی اُس وقت وہ اور اُسکے نائٹس نیند سے بیدار ہوں گے اور جرمن کو غلامی کی حالت سے نکال کر یورپ کی اعلےٰ درجہ کی سلطنت بناوینگے سوئٹزرلینڈ میں بھی روٹلی میں تین ٹیلس ہیں صرف اِس کے منتظر ہیں کہ ملک کی سخت ضرورت کے وقت بیدار ہوں ایک چرواہا اِن کے آرام میں بھی مخل ہوا تیسرے ٹیل کی آنکھ کھل گئی پوچھا کہ کیا وقت ہے لڑکے نے جواب دیا کہ دوپہر ٹیل یہ کہکر کہ ابھی وقت نہیں آیا پھر سو رہا اسکاٹلینڈ میں بھی ایل ڈون کی پہاڑیوں کے نیچے تامس ارسیلڈون بھی سو رہا ہے فرینچ کے مقتولین جو بی لرمو پر مارے گئے تھے سو رہے ہیں موقعہ کے منتظر ہیں کہ اُٹھکر بدلہ لیں *

جب قسطنطنیہ پر ترک قابض ہوئے تو ایک پادری سیکرمینٹ کے بعض رسمیات سینٹ صوفیہ کے گرجا کی نقرئی منبر پر ادا کر رہا تھا اِس

سمجھتا کیونکہ قصہ موجودہ کا ماخذ کوئی سچا واقعہ نہیں ہے بلکہ اسکو عیسائیوں نے کفار کے قصص سے اخذ کر کے مذہبی قرار دے لیا ہے ٭

سات کا عدد جو اکثر قصوں میں آتا ہے اس سے یہی نتیجہ نکلتا ہے باربروسا ہر سات سال کے بعد اپنی نشست بدلتا ہے شارلیمین بھی اتنے ہی عرصہ کے بعد کرسی سے اُٹھتا ہے اولجر ڈینسک بھی ہر سات سال کے بعد اپنا عصا فرش پر مارتا ہے سویڈن میں اولاف ریڈبیرڈ بھی اسی قدر عرصہ کے بعد آنکھ کھولتا ہے ٭

میرے یقین کے موافق جس قالب میں یہ دلچسپ قصہ ڈھالا گیا ہے وہ یہ ہے کہ سرما میں سات ماہ تک زمین آرام لیتی ہے جرمن اور اور سکینڈ نیوین کے کفاروں کے قصہ میں یہ موجود ہے کہ ہیرو سخت ضروریات کے وقت فادر لینڈ کی حمایت کے واسطے اُٹھیں گے ٭

عیسائیوں کے اس مذہبی قصہ کے موافق بھی یہ جوان شہدا مذہبی الحاد کے وقت اُٹھتے ہیں تاکہ مسئلہ انبعاث موتی پر ایک حقانی شہادت ہو ٭

اگر کفاروں کے قصہ میں کوئی جلال اور عظمت ہے تو اس عیسائی قصہ میں یہ خوبی ہے کہ یہ ایک عمدہ مذہبی مسئلہ بتاتا ہے اواگون کے قصہ پر بھی اس کو اس وجہ سے ایک فضیلت ہے ہاف مین نے اسکو ایک دلچسپ قصہ کے طور پر لکھا ہے اور ٹرائینس نے اسکو منظوم کیا ہے ٥

خلق الانسان

نئے فلسفہ دانوں نے انسان کی پیدائش کے متعلق نئی تحقیقات سے یہ ثابت کیا ہے کہ انسان کیڑے سے پیدا ہوتا ہے لیکن آج سے ۱۳ سو برس پہلے مسلمانوں کی پاک کتاب اس بات کو دنیا پر روشن کر چکی ہے اسی مضمون کو سر سید احمد خاں صاحب مرحوم و مغفور نے قرآن سے لیکر نہایت وضاحت سے لکھا ہے اور نئے فلسفہ دانوں کا خوب جواب دیا ہے اس کا مطالعہ ہر بشر کے لئے ضروری ہے * قیمت ــــــ ۲/

ازالۃ الغین عن ذکر ذو القرنین

سکندر ذو القرنین کے حالات کے متعلق اور یاجوج ماجوج اور سد یاجوج ماجوج اور سد گریٹ وال اور حالات جے وانگ ٹی۔ ذکر تاریخ چین۔ جیمس کارکرن اور بنائے دیوار وغیرہ وغیرہ کے متعلق ہے۔ سر سید احمد خاں صاحب مرحوم و مغفور نے قرآن شریف سے یہ مضمون لے کر نہایت ہی اصلی حالات لکھے ہیں اس کتاب کے متن میں آیات قرآنی اور ترجمہ مع از دیباچہ مصنف کے ہے اور حاشیہ پر تفسیر کبیر عربی ہے * قیمت ــــــ ۵/

تحریر فی اصول التفسیر

اس کتاب میں نواب محسن الملک مولوی سید مہدی علی صاحب اور سر سید احمد خاں صاحب بہادر کی خط و کتابت ہے بابت تفسیر قرآن سر سید احمد خان مرحوم۔ نواب صاحب کو جس جگہ شبہ ہوا ہے یا انہوں نے جائز نہیں سمجھا اعتراض کئے ہیں۔ سر سید نے بھی تسلی کے لئے جواب لکھے ہیں۔ انہوں نے جواب در جواب لکھا ہے۔ غرضیکہ عجیب و دلچسپ سلسلہ بحث ہے اس کے ساتھ سر سید احمد خاں نے مقاصد تفسیر لکھ دئے ہیں جس شخص نے سر سید کی تفسیر پڑھی ہے اس کا فرض ہے کہ اس رسالہ کا ضرور مطالعہ کرے۔ تاکہ تفسیر جن اصولوں پر ہے معلوم ہو جائے * قیمت ــــــ ۵/

الجن و الجان علی ما فی القرآن

اس کتاب میں لفظ جن اور انس سے بحث کیگئی ہے کہ آیا قرآن شریف میں جو یہ لفظ استعمال ہوئے ہیں اسکی کیا معنی لئے جانے چاہئیں اس مضمون کے متعلق تمام آیات جمع کر کے اور احادیث اور لفظوں کے موقع بے موقع اور جا بے جا استعمال اور صرف و نحو کے لحاظ سے نہایت مدلل بحث کے بعد اصل حالات لکھے ہیں * قیمت ــــــ ۵/

المشتہر

خاکسار فضل الدین تاجر کتب قومی

مالک اخبار اشاعت بازار کشمیری

لاہور

DATE LABEL

DATE LABEL